قرآنی رسولؐ
اور
قرآنی اسلام

کو کسی نے بھی نہیں مانا
خود ساختہ تاریخ کے خود
ساختہ رسول اور اسلام کو
مان لیا گیا

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ رسولؐ اللہ اور اسلام کو قرآن کریم سے پیش کیا جائے اور وہ بکواس الگ کر دی جائے جو قریش نے اپنی خود ساختہ تاریخ و تفاسیر اور روایاتِ احادیث میں تیار کر کے رسولؐ اللہ کے ذمہ لگائی ہے۔

سید محمد احسنؔ زیدی عفی عنہ

18 ستمبر 1985

(1) اللہ نے رسولؐ کو مومنین میں مبعوث کر کے حضرت ابراہیمؑ کی منت پوری کی، مومنین پر احسان کیا تھا

قریش کی تاریخ و تفسیر اور روایات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں اور مشرکوں کی اولاد لکھا ہے اور کافروں اور مشرکوں میں پیدا ہونے والا بتایا ہے اور ان کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب علیہما السلام کو اور انؐ کے باقی بزرگوں کو بھی بے دین اور کافر و مشرک لکھا ہے اور اُمت میں یہ مشہور کیا ہے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے زمانے میں مکہ میں کوئی مسلمان اور مومن تھا ہی نہیں۔ باوجودیکہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ:۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍO (آل عمران 3/164)

''یقیناً اللہ نے مومنین پر اس وقت منتی احسان کیا تھا جب اللہ نے مومنین پر مومنین ہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا تھا جو اِن مومنین کو اللہ کی آیات تلاوت کر کے سناتا تھا اور اُن کو تلاوت کے ذریعہ سے پاک وصاف کرتا تھا اور ان مومنین کو ایک مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا تھا خواہ مومنین اس تلاوت اور تزکیہ اور تعلیم سے پہلے واضح طور پر گمراہ ہی کیوں نہ رہے ہوں''۔

قرآن کریم کی یہ ایک ہی آیت قریش کی ان تمام کہانیوں کو باطل ثابت کر دیتی ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماں باپ پہلے سے مومن نہ تھے اور خود آنحضرتؐ چالیس سال کی عمر میں نبیؐ بنائے گئے حالانکہ اُنہوں نے فرمایا ہے اور سب نے مانا ہے کہ آنحضرتؐ اُس وقت بھی نبیؐ تھے جب کہ حضرت آدمؑ ابھی مٹی اور پانی

کے درمیان گھلے پڑے تھے ۔قریش نے اپنی حکومت کے زمانے میں قرآن کے خلاف آنخضرؐت کو ایک مشرک عورت کا ناپاک دودھ پیتے ہوے دکھایا ہے اور ہمارے علما نے حلیمہ کے پورے قصے کو تسلیم کیا ہے ۔ نہ اس واقعہ کا قرآن میں ذکر ہے نہ ایسا ناپاک قصہ قرآن ایسی پاک کتاب میں ہونا چاہئے تھا وہاں تو آنخضرؐت کے پورے قبیلے کو مومنین فرمایا ہے ہمارے علما اس بحث میں الجھ گئے کہ حضرت ابوطالبؑ ایمان لائے تھے یا نہیں حالانکہ قرآن کی رو سے حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں (6/51-60)۔اس لئے کہ انھوں نے ہی انہیں نبوت کی راہ چلایا۔انہیں قریشی پالیسی سے روشناس کرایا،قریش کے خلاف محفوظ پناہ عطا کی،ساری مخلوق سے مستغنی اور بے پرواہ کیا۔تنگ دستی اور عسرت کو دور کیا۔قیامت تک ان کے اور اسلام کے تحفظ اور قربانیوں کا انتظام کر دیا اور اللہ سے وعدہ کرا لیا کہ رسوؐل اللہ کا اور اسلام کا نتیجہ ابتدائی زمانے سے روز بروز بہتر ہوتا چلا جائے گا وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى O(93/4) اور یہ کہ بہت جلد تجھے وہ کچھ دیا جائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى O(93/5) شرط یہ کہ یتیموں پر جبر و قہر نہ ہونے پائے اور ضرورتمند اور سائل کو خالی اور مایوس نہ جانے دیا جائے اور اللہ کی نعمتوں کا بیان جاری رہے (93/1-11)۔یہ تھے حضرت ابوطالبؑ جن کی شان میں سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی ہے اور ان کی تمام کوششوں اور ان کے تمام کارناموں کو اللہ نے خود اپنے کارنامے اور کوششیں قرار دیا ہے اور آنخضرؐت کی بعثت کو مومنین پر منتی احسان اس لئے فرمایا ہے کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت جو ساڑھے تین ہزار سال پہلے کی گئی تھی حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ:۔

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰھٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ o رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ o رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡھِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ O (2/127 تا 129)

’’اور جس وقت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کعبہ کی بنیادوں کو اونچا کر رہے تھے تو دونوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ تو ہماری اس خدمت اور محنت کو قبولیت کا درجہ عطا فرمانا۔ یقیناً تو سننے والا ہے، قبول کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہم دونوں کے پروردگار ہم دونوں کو نبیؑ اور رسولؑ اور امامؑ ہوتے ہوئے بھی اپنا خاص مسلمان بنالے اور ہماری ذریت میں بھی اپنے لئے ایک خاص مسلم امت بنادے اور تو ہم سب کو ہماری ذمہ داریاں ہمیں ہماری آنکھوں سے دکھادے اور ہمیں اپنی اصلاح وترقی میں مدد دے اور تُو تو ہے بھی اصلاح وترقی کے لئے بار بار متوجہ رہنے والا اور رحم کرنے والا۔ اور اے ہمارے پالنے والے ہماری ذریت کی مسلم امت میں مسلم امت ہی میں سے وہ رسولؐ مبعوث کرنا جو اس مسلم امت پر تیری آیتوں کی تلاوت جاری رکھے اور انہیں مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا رہے اور مسلم امت کو پاک کرتا چلا جائے۔ بلاشبہ تو یہ سب کچھ کرنے کیلئے غالب اور حکمت والا ہے‘‘۔

یہ تھی وہ منّت ومراد جو حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے رسولؐ کی بعثت سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے مانی تھی اور جو صفات اور عمل درآمد اس دعا میں طلب کیا تھا وہی کچھ ان ہی الفاظ میں منّتی احسان میں دُھرایا اور جتلایا ہے۔ قریش نے اپنی تاریخ میں اللہ کی قائم کردہ اس امت مسلمہ کو قطعاً غائب کرلیا جس میں آنحضرتؐ کے معبوث ہونے کی

دعا حضرات ابراھیمؑ اور اسماعیلؑ نے مانگی تھی۔ تاکہ قریش رسولؐ کو اور اُنؐ کے آباؤاجداد کو کافر نہ بناسکیں اور ساڑھے تین ہزار سال سے مسلسل چلے آنے والی امت مسلمہ کو غائب کر کے پورے عرب کو کافر و مشرک بنا کر دکھا دیا اور ساتھ ہی ساتھ قریش نے حضرت ابراہیمؑ کی دوسری شاخ یعنی حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں بھی کسی کو مومن نہ مانا حالانکہ وہاں بھی ہزاروں سال سے ایک اُمۃ قائمہ قائم چلے آنے والی امُت برقرار تھی۔ چنانچہ قرآن کریم نے قریش کو جھوٹا اور فریب ساز ثابت کرنے کے لیے فرمایا ہے کہ:۔

لَيْسُوْا سَوَآءً مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَO يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَO وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَO (3/113-115)

’’مگر سارے اھل کتاب سب یکساں نہیں اُن میں ایک پوری اُمت اسلام پر قائم چلی آ رہی ہے جو رات رات بھر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی رہتی ہے اور اللہ کے حضور میں سجدے بجالاتی ہے وہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے عالمی اچھائیوں پر عمل کرنے کا حکم دیتی ہے اور عالمی برائیوں سے روکتی ہے۔ اور اختیارات میں اضافہ کرنے والے کاموں میں کوشاں رہتی ہے یہ سب کے سب لوگ صالحین میں شمار ہیں اور یہ اُمت جو بھی نیکی کرے گی اُس کی بے قدری نہیں کی جائے گی اور اللہ تو متقی لوگوں کو جاننے والا ہے۔‘‘

قارئین سوچیں کہ قریش نے کتنا بڑا افراڈ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بنانے کے لئے اُمتِ مسلمہ کے (2/127-129) لاکھوں مومنین کو اور اُمتہ قائمہ کے (3/113-115) لاکھوں مومنین و متقین کو اپنی تاریخ سے غائب کر دیا اور پھر ہمارے علما کو دیکھئے جنھوں نے کبھی اور کہیں ان آیات کو پیش نہ کیا اور وہ سب کچھ مانتے اور

اپنی کتابوں میں لکھتے چلے گئے جو قریش نے چاہا۔ وہ قریش کی تائید میں مانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ معاذ اللہ چالیس سال کی عمر تک قرآن سے جاھل رہے اور پہلی وحی تک انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ رسولؐ ہیں اور یہ کہ مشرکوں سے نکاح کرنا ہمیشہ سے حرام ہے چنانچہ قریش نے اپنی تاریخ میں لکھ دیا کہ رسولؐ اللہ کی معاذ اللہ تین بیٹیاں تھیں اور تینوں کی شادیاں مشرکین سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھیں حالانکہ توریت و زبور اور انجیل میں برسوں پہلے کافروں اور مشرکوں سے مومن عورتوں کے نکاح منع تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ توریت کا علم تھا نہ زبور کا پتہ تھا نہ انجیل کی خبر تھی۔ حالانکہ قرآن کی رو سے ہر نبیؑ کو سابقہ تمام کتابوں کا علم دے کر مبعوث کیا جاتا تھا جیسا کہ فرمایا ہے کہ:۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى... (5/110)

''اور جب اللہ نے کہا اے مریمؑ کے بیٹے عیسٰیؑ تم میری اُن نعمتوں کا ذکر کرو جو میں نے تم کو اور تمہاری والدہ کو عطا کی تھیں اور جب تمہاری تائید روح القدس سے کی تھی اور تم گہوارے میں بھی اور بڑے ہو کر بھی لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور جب تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دی تھی اور تمہیں توریت اور انجیل کا علم عطا کیا اور جب تم میرے حکم سے مٹی کے پرندوں کو پرواز عطا کرتے تھے اور میرے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔'' وغیرہ (5/110) مگر قریش نے رسولؐ اللہ کو خود قرآن سے بھی جاہل دکھایا ہے وحی کے سمجھنے میں غلطیاں کرنے والا مانا ہے ۔

2۔ انسانوں کی کثیر تعداد نے رسولؐ کی ہدایات کو قبول نہ کیا، اور جنہوں نے قبول کیا وہ رفتہ رفتہ خود بگڑتے چلے گئے۔

علامہ مودودی کی زبانی اس اُمت اور باقی اُمتوں کا حال سنئے وہ کہتے ہیں کہ:

''پیغمبروںؑ نے اپنے اپنے دور میں اپنے اس مشن کو پوری طرح خوبی کے ساتھ انجام دیا مگر ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ انسانوں کی ایک کثیر تعداد تو اُن کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ ہی نہ ہوئی اور جنہوں نے اسے قبول کر کے اُمت مسلمہ کی حیثیت اختیار کی وہ رفتہ رفتہ خود بگڑتے چلے گئے۔۔۔۔۔اور بعض نے خدا کے ارشادات کو اپنی تحریفات اور آمیزشوں سے مسخ کر دیا۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 19)

یہاں یہ یاد رکھیں کہ قرآن میں قریش نے جو آمیزشیں کی ہیں وہ خود ایک ضخیم کتاب میں آئیں گی مگر یہاں تو ہم یہ دکھا رہے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پوزیشن کو قطعی چھپا لیا جو قرآن نے واضح الفاظ میں بیان کی تھی اور اس پوزیشن کے خلاف ایک نہایت مردود پوزیشن تیار کر کے مشہور کر رکھی ہے۔قریش نے یہ مانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم پر قرآن وحی کے ذریعہ سے آتا تھا مگر وحی کیسے آتی تھی پہلی بات یہ ہے کہ معاذ اللہ آپؐ کا جسم کئی گنا بوجھل ہو جاتا تھا۔مثلاً اگر آپؐ اُونٹ پر سوار ہوتے تھے تو اُونٹ بوجھ کے مارے دُوھرا ہو جاتا تھا ۔آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔سب دیکھنے والے سمجھ جاتے تھے کہ وحی نازل ہونے والی ہے منہ ڈھیلا ہو جاتا تھا رالیں بہنے لگتی تھیں۔ ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے تھے آپ کو کچھ سنائی نہ دیتا تھا کافی دیر بیہوشی کے عالم میں رہ کر آپ کو رفتہ رفتہ ہوش آتا تھا پھر آپ وہ آیات سناتے تھے جو اس دورے میں آپ پر نازل ہوتی تھیں۔ یہ تمام بکواس اور اسی قسم کی مزید بکواس قرآن میں ہر گز مذکور نہیں ہے۔مگر قریشی

روایات میں اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز حالت پیش کی گئی ہے۔اور بالکل مرگی کے دورے والی حالت بیان کی گئی ہے یعنی وحی سے پہلے اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوش و حواس کو سلب کر لیتا تھا اور غشی کے عالم میں آیات عطا کرتا تھا۔قرآن کریم میں کہیں بھی ہوش وحواس کا سلب کرنا مذکور نہیں ہے۔نہ غشی اور بے ہوشی کے طاری ہو جانے کا تذکرہ ہے نہ جسم کے بوجھل اور بے حس ہو جانے کی بات ہے نہ غارِ حرا میں جبرائیل کے آنے اور آسمان میں کرتب دکھانے کا تفصیل سے ذکر ہوا ہے۔

3۔پوری کائنات کے لیے رحمتؐ کی حیثیت سے بھیجا جانا مان کر قریش نے اپنے تمام کافرانہ عقائد کا ستیاناس کر دیا ہے

قرآن کریم میں اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کا یوں بیان فرمایا ہے کہ:۔اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ O لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا‌ ۚ وَهُمۡ فِىۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ O لَا يَحۡزُنُهُمُ الۡـفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ وَتَتَلَقّٰٮهُمُ الۡمَلٰۤئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوۡمُكُمُ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ O يَوۡمَ نَطۡوِى السَّمَآءَ كَطَـىِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ‌ ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ‌ ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا‌ ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيۡنَ O وَلَـقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ O اِنَّ فِىۡ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِيۡنَ O وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ O (21/101-107)

’’یقیناً وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بہترین فیصلہ ہو چکا ہے وہ لوگ بلا شبہ جہنم اور مواخذہ سے بہت دور رکھے جائیں گے، اتنی دور رکھے جائیں گے کہ وہ جہنم اور مواخذہ کی بھنک تک بھی نہ سنیں گے اور وہ جنت میں اپنی پسند کی چیزوں کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ رکھے جائیں گے قیامت میں انتہائی دھماکہ خیز وقت ہوگا مگر وہ لوگ قیامت کے

دہلا دینے والے حالات سے ذرہ برابر پریشان نہ ہونگے اور ملائکہ سب طرف سے بڑھ بڑھ کران کا استقبال کرینگے اور انہیں بتائیں گے کہ آج وہی دن آ گیا ہے جس کا تم سے ہر زمانہ میں وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ وہی دن ہوگا جس روز ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ کر رکھ دیں گے جس طرح سے کتابوں کے ورقوں کو بنڈل کی صورت میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اُسی طرح ہم دوبارہ تخلیق کو دہرائیں گے۔ ہم نے اس کا وعدہ کر رکھا تھا جسے ہم نے پورا کرنا تھا۔ چنانچہ ہم نے زبور میں محمدؐ کے سلسلے میں لکھ دیا ہے کہ صالح بندے اس زمین کے وارث ہوں گے اس تحریر میں عبادت گزاروں کے لیے بہت دلنشین خبر ہے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے صرف اسی لئے تمام عالمین پر رحمت بنا کر بھیجا تھا کہ نیک بندوں کو جہنم اور مواخذہ سے بچا سکو لہٰذا آج تم کامیاب ہو چکے"۔

4۔ تمام مسلمان، وہابی، نجدی اور اہل حدیث بھی آنحضرتؐ کو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن پکارتے ہیں مگر انہیں اس کے تمام متعلقات اور لوازمات کو ماننا ہوگا

قریشی حکومتوں کے پروپیگنڈے کے باوجود آنحضرتؐ کو چودہ سو سال سے ہر زمانہ میں رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن مانا جاتا رہا ہے۔ ہم ذرا دیر بعد لفظ عالمین کا حدود اربعہ مودودی کے قلم سے دکھائیں گے۔ فی الحال موٹی سی بات یہ سمجھ لیں۔ کہ اللہ رب العالمین ہے اور اللہ کا رسولؐ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن ہے۔ یعنی جہاں تک اللہ کی ربوبیت، رزق رسانی، حکومت، قدرت اور دیکھ بھال پہنچتی ہے وہیں تک محمدؐ کی رحمت وشفقت وکرامت ونوازشات پہنچتی ہیں۔ جس طرح اللہ اپنی مخلوق کی ربوبیت، رزق رسانی، حکومت اور قدرت ہر وقت ہر لمحہ جاری رکھتا ہے اور کسی سے کسی حالت میں غافل نہیں رہتا۔ اُسی طرح محمدؐ ساری کائنات پر اپنی رحمت رسانی، شفقت فرمائی اور کرم ونوازشات سے غافل نہیں

رہتے۔ ہر مخلوق کو ہر وقت رحمت اور شفقت سے استفادہ حاصل ہوتا رہتا ہے، جس طرح ہم یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہر مخلوق کی ربوبیت کیسے کرتا ہے؟ اُن سب کو رزق کیسے پہنچاتا ہے؟ اُن پر حکومت وقدرت کس طرح رکھتا ہے؟ اُن سب کی دیکھ بھال کیسے کرتا ہے؟ اُسی طرح ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ محمدؐ اللہ کا بندہ اور رسولؐ اور کسی ایک جگہ رہتے ہوئے کیسے ہر مخلوق کو رحمت وشفقت وکرم اور نوازشات سے وابستہ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پوزیشن واضح الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ اسلئے ہم پر یہ لازم ہے کہ ایسی کوئی بات منہ سے نہ نکالیں جس سے حضورؐ کی اس پوزیشن میں خامی یا نفی پیدا ہو۔ جس نے یہ پوزیشن دی ہے وہ اللہ ہے، قادرِ مطلق ہے اُسی نے آنحضرتؐ کو ایسا بنایا ہوگا کہ وہ ساری کائنات کے لئے ہر لمحہ رحمت ثابت ہوں۔ پھر اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ محمد کسی ایک جگہ قائم رہتے ہوئے ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنائے گئے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا ہے ''وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اور نہیں بھیجا تجھ کو اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ سوائے اس کے کہ تم تمام عالمین کے لیے رحمت بن جاؤ''۔ بس اسی آیت یا جملے میں پورے راز کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اس بھیجنے میں اس ارسال کرنے میں وہ تمام قدرتیں اور اختیارات شامل ہیں جو رسولؐ کو ان کی سپردہ ذمہ داری میں مدد دیں۔ اس بھیجنے میں یہ نہیں بتایا کہ کہاں بھیجا؟ اور نہ یہ بتایا کہ کہاں سے بھیجا؟ یعنی رحمت بنائے جانے کے وقت حضورؐ کس جگہ مقیم تھے؟ اور رحمت بنا کر کہاں بھیجا تھا؟ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ کے لئے رحمت بنایا تھا وہیں بھیجا تھا۔ اور رحمت چونکہ تمام عالمین اور ساری کائنات کے لئے بنایا تھا۔ ساری کائنات میں اور تمام عالمین میں بھیجا تھا۔ اور ان تمام قدرتوں اور اختیارات اور ساز وسامان کے ساتھ بھیجا تھا، تاکہ اللہ کی سپردہ ذمہ داری بحُسن وخوبی انجام دیتے رہیں۔ جو ذمہ داری پوری نہ کرسکے

ظاہر ہے کہ اسے ذمہ داری سونپنا ہی غلط ہے اور غلطی اللہ سے ناممکن ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے:۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (2/286)

''اللہ کسی شخص پر اس کی وسعتوں سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا''

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے وہ تمام وسعتیں، قدرتیں اور اختیارات وغیرہ عطا کر دیئے تھے جن سے وہ حضرتؐ ساری کائنات میں اللہ کی رحمت فراہم کر سکیں۔

5۔ جس دن سے عالمین وجود میں آئے اسی دن سے عالمین کو رحمت کی ضرورت لاحق ہوئی تھی نہ کہ 571 عیسوی میں ولادت کے وقت سے۔

یہاں یہ بھی غور طلب ہے کہ اس کائنات کو یا ان عالمین کو رحمت کی ضرروت کب سے ہوئی؟ اگر یہ کہا جائے کہ جب سے حضور رسولؐ ہیں اُسی وقت سے عالمین کو رحمت کو ضرورت ہوئی اور اللہ نے اس ضرورت کے پیدا ہونے سے پہلے ہی انتظام فرما دیا تھا۔

یہاں یہ بات ماننا پڑے گی کہ حضور علیہ السلام کم از کم کائنات کے وجود میں آنے کے قبل سے رسولؐ تھے اور یہ عقیدہ حدیث قدسی سے ثابت ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ نے حضورؐ کو عرب میں پیدا کیا (571ء) اس وقت سے کائنات کو رحمت کی ضرورت پیش آئی تھی۔ تو سیکڑوں سوالات سامنے آ کھڑے ہوں گے جن کا جواب آپ کے پاس نہ ہوگا۔ مثلاً اول یہ کہ کروڑوں اربوں سال تک یہ کائنات بلا رحمت گزارہ کرتی رہی تو آنحضرتؐ کی پیدائش پر رحمت کی ضرورت کیوں پیدا ہوگئی؟ اگر کروڑوں اور اربوں سال تک عالمین کو رحمت کی ضرورت تو تھی مگر اللہ نے انہیں اس لئے محروم رکھا کہ خود اللہ کے پاس رحمت نہ تھی۔ یہ اور اس قسم کی تمام باتیں غلط ہیں۔ صحیح اور دینی ضرورت یہی ہے کہ

رحمۃ للعالمین کائنات اور عرش وکرسی اور ملائکہ وارواح سب سے پہلے پیدا کئے جائیں اور انؐ کے بعد یہ زمین وزمان وافلاک وآسمان اور پوی کائنات پیدا کی جائے اور جو چیز بھی وجود میں آتی جائے اللہ کے آغوش رحمت میں سماتی جائے اور کوئی چیز رحمت خداوندی سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں فرمایا ہے کہ:۔

6۔ اللہ کا عذاب اور اللہ کی رحمتؐ تمام اشیاء تک وُسعت رکھتے ہیں۔

قَالَ عَذَابِیۡ اُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ اَشَآءُ ۚ وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ فَسَاَکۡتُبُہَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ O اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہٰہُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَ عَزَّرُوۡہُ وَ نَصَرُوۡہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ O (7/156-157)

فرمایا کہ:۔ ”میں اپنا عذاب تو اُسی پر کرتا ہوں جس کو میں عذاب دینا چاہوں۔ مگر میری رحمتؐ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اس رحمت کو میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو متقی ہونگے زکوٰۃ دینگے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے جو اس رسولؐ اور نبی اور اُم القریٰ کے باشندے کی قدم بقدم پیروی کریں گے جس کی تفصیلات انہیں اپنے یہاں توریت اور انجیل میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ جو انہیں عالمی اچھائیوں پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے جو انہیں عالمی برائیوں سے منع کرتا ہے اور ان کے لئے تمام پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور تمام خبیث چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور پابندیاں ہٹاتا ہے جو مجتھدین نے لا درکھی تھیں اور وہ تقلید کے بندھن کھولتا ہے جو انہیں جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان

لائیں اور اس کی حمایت کریں اور اس کی نُصرت کریں اور اس نُور کی پیروی کریں جو نُورؐ اس رسوؐل کے ساتھ ساتھ نازل ہوا تھا وہ ہی لوگ اُس رحمت سے فلاح پائیں گے"۔

اس آیت میں پہلی بات تو یہی ہے کہ اللہ کی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات میں ہر چیز تک رسائی رکھتی ہے۔ دوسری بات یہ دیکھیں کہ رسوؐل اللہ پر ایمان لانے والوں کو اس رحمت سے فائدہ پہنچنا لکھا ہوا چلا آ رہا ہے۔ تیسری بات یہ دیکھیں کہ محمدؐ رسول اللہ اور نبی الأُمّی کی پیروی کا حکم آیت میں موجود ہے یعنی يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الأُمِّي (7/157) اس اتباع کے بعد دوسری اتباع اس نُور کی کرنا ہے جو رسوؐل کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ علما نے یہاں نازل ہونے والے نور سے قرآن مراد لیا ہے جو واقعی رسوؐل کے ساتھ نازل ہوا تھا مگر قریش نے قرآن کو چالیس سال بعد نازل ہونے والا کہہ کر اپنا راستہ روک لیا دوسرے کتاب پیروں نہیں چلتی نہ بولتی ہے نہ نشان پا چھوڑتی ہے۔ لہٰذا کتاب کی پیروی کی ہی نہیں جا سکتی۔ لہٰذا جو دوسری پیروی لازم ہے وہ حضرت علیؑ کی پیروی ہے جو رسوؐل کے ساتھ مِن نورِ واحد کا درجہ رکھتے ہیں اور رسوؐل کے بعد انؐ کی پیروی ہی سے ثابت ہوگا کہ فلاں شخص قریشی حکومت پر ایمان لایا ہے یا مسلسل رسوؐل کی پیروی کیے چلا جا رہا ہے یعنی علیؑ کو خلیفتہ بلا فصل ماننے والے ہی رسوؐل کی حکومت کے قائل ہوں گے باقی لوگ قریشی حکومت کے ماننے والے ہوں گے، جن کو قریش کے بقول بھی اللہ و رسوؐل نے خلیفہ نہیں بنایا خود بخود خلیفہ بن گئے جن کو اللہ نے کافر قرار دیا ہے۔

7۔ خود خلیفہ بن جانے والے اللہ تعالیٰ کے اور رسوؐل کے کافر ہیں اُن کو گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

چنانچہ فرمایا ہے کہ:۔ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ

وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا O قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ أَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ بَلْ إِن يَعِدُ الظّٰلِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا O (35/39-40)

" وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو کوئی کفر کرتا ہے اُس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور کافروں کو ان کا کفر اُن کے رب کے سامنے بیزاری اور غصے کے علاوہ اور کسی چیز میں زیادتی نہ کریگا اور کافروں کو ان کا کفر نقصان اور خسارے کے علاوہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کرے گا۔ ان سے کہہ دو کہ مجھے اپنے وہ شریک دکھا دو جنہیں تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو۔ مجھے یہ بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ بنایا ہے؟ یا آسمان میں کہاں ان کا ساجھا ہے یا یہ بتاؤ کہ ہم نے انہیں کوئی کتاب عطا کی ہے کہ وہ اس کتاب کی واضح دلیلوں پر عمل پیرا ہیں۔ نہیں بلکہ وہ تو ایک دوسرے ظالموں سے دنیاوی مال ومتاع کا وعدہ کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے ہیں اور خلافت پر قابض ہیں"۔ (35/39-40)

معلوم ہوا کہ کثرت کے گٹھ جوڑ پر اللہ نے قریش کے کفر کی حدود دیکھنے کے لیے خلافت پر قبضہ دے دیا تھا اور ان کے تمام کاموں کو اول سے آخر تک کفر ہی کفر قرار دیا ہے اور انہیں مشرک ثابت کیا ہے اور کتاب سے دلیل طلب کی ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اپنی قوم اور لیڈروں سے مال ومتاع اور دنیا کمانے کے لیے متفق ہو گئے ہیں۔

8۔ اب مودودی کے قلم سے وہ کائنات یا عالمین دیکھئے جن پر آنحضرتؐ کو رحمت بنایا گیا تھا

یہاں ہم مودودی کے قلم سے وہ بیان لکھتے ہیں جو انہوں نے کائنات سے متعلق

کہیں سے چُرا کر لکھا ہے اور قریشی چور ہونیکی وجہ سے یہ بھی نہیں بتایا کہ انہوں نے کس سے استفادہ کیا ہے؟

8۔الف) مودودی کا اھل کتاب علما سے چوری چوری اِستفادہ کرنا۔

مودودی لکھتے ہیں کہ:۔

’’ان آیات (36/39-40) کا اصل مقصد علم ھیئت کے حقائق بیان کرنا نہیں ہے بلکہ انسان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل سے کام لے تو زمین سے لے کر آسمان تک جدھر بھی وہ نگاہ ڈالے گا اُسکے سامنے خدا کی ہستی اور اس کی یکتائی کے بے حدوحساب دلائل آئیں گے اور کہیں کوئی ایک دلیل بھی دھریت اور شرک کے ثبوت میں نہ ملے گی۔ ہماری یہ زمین جس نظام شمسی میں شامل ہے اُسکی عظمت کا یہ حال ہے کہ اس کا مرکز یعنی سورج زمین سے تین لاکھ گنا بڑا ہے اور اسکے بعید ترین سیارے نیپچون کا فاصلہ سورج سے کم از کم 2 ارب 79 کروڑ 30 لاکھ میل ہے۔ بلکہ اگر پلوٹو کو بعید ترین سیارہ مانا جائے تو وہ سورج سے 4 ارب 60 کروڑ میل دور تک پہنچ جاتا ہے اس عظمت کے باوجود یہ نظام شمسی ایک بہت بڑی کہکشاں کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے جس کہکشاں میں (Galaxy میں) ہمارا یہ نظام شمسی شامل ہے اُس میں تقریبا 3 ہزار ملین (3 ارب) آفتاب پائے جاتے ہیں اور اس کا قریب ترین آفتاب ھماری زمیں سے اس قدر دُور ہے کہ اس کی روشنی یہاں تک پہنچنے میں 4 سال صرف ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہکشاں بھی پوری کائنات نہیں ہے، بلکہ اب تک کے مشاہدات کی بنا پر اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ تقریباً 20 لاکھ لولبی سحابیوں (Spiral Nebulae) میں سے ایک ہے، اوران میں سے قریب ترین سحابیے کا فاصلہ ہم سے اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی روشنی دس لاکھ سال میں ہماری زمین تک

پہنچتی ہے ۔رہے بعید ترین اجرام فلکی جو ہمارے موجودہ آلات سے نظر آتے ہیں اُن کی روشنی تو زمین تک پہنچنے میں 10 کروڑ سال لگ جاتے ہیں۔اس پر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان نے ساری کائنات دیکھ لی ہے۔ یہ خدا کی خدائی کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے جواب تک انسانی مشاہدے میں آیا ہے۔آگے نہیں کہا جا سکتا کہ مزید ذرائع مشاہدہ فراہم ہونے پر اور کتنی وسعتیں انسان پر منکشف ہونگی۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 261)

اس بیان سے آج تک مشاھدے میں آنے والی کائنات کی لمبائی اور چوڑائی معلوم کرنے کے لئے ہمارے اعداد وشمار کفایت نہیں کرتے۔آپ جانتے ہیں کہ روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے اسے 60 سے ضرب دینے سے ایک منٹ کا فاصلہ معلوم ہوگا پھر اس فاصلے کو 60 سے ضرب دینے میں ایک گھنٹے کا اور اسے پھر 24 سے ضرب دینے سے ایک دن کا فاصلہ معلوم ہو گا اور اس فاصلے کو 365x100000000 سے ضرب دیکر موجودہ مشاھدہ شدہ کائنات کی لمبائی چوڑائی معلوم ہوسکتی ہے۔جس کا دل چاہے اور ہمت ہو تو یہ حساب کر کے دیکھ لے۔

1,86,000 x 60 x 60 x 24 x 365 x10,0000000 = ?

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ محمدؐ کو اللہ نے جو قدرت و اختیارات عطا فرمائے تھے لوگ اُن کا انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ اللہ کی قدرتوں اور عظمت کا انکار کرتے ہیں۔یعنی محمدؐ کی پوزیشن کا انکار سیدھا سیدھا کفر ہے اور کچھ نہیں۔

9۔ محمدؐ روز ازل سے ساری کائنات میں بھیجے گئے تھے اور حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم تک برابر ہر ہر زمانے میں موجود رہتے رہے۔

اب ہم ایک اور آیت لکھتے ہیں جس کی رو سے تمام انبیاؑ اور رسلؑ کو امت محمدؐ یہ میں

شمار کیا جاتا رہا ہے مگر آیت کے حقیقی مطالب سے تمام علمائے شیعہ وسنیوں نے کم علمی، کم عقلی اور تنگی مزاج کی بنا پر اعراض کیا ہے۔ ان علما نے محمدؐ مصطفے کی ہر اس منزلت سے اعراض کیا ہے یا سرے سے چھپالیا ہے یا کھل کر انکار کر دیا ہے جو اُن کی سمجھ میں سما نہ سکی اور یہ نہ سوچا کہ اللہ کی قدرتیں اور عظمتیں انسان کی عقل وعلم میں محدود نہیں ہوسکتیں۔ یعنی انھوں نے آنحضرتؐ کی منزلت اور فضیلت کا انکار نہیں کیا بلکہ براہ راست اللہ کی قدرتوں کا انکار کیا اور کافر ہوتے گئے اور خود کو مومن سمجھتے رہے اور جن مسلمانوں نے بلا کسی چون وچرا کے محمدؐ وآل محمدؐ کی ہر پوزیشن کو مانا اُن کو مشرک اور بدعتی بناتے چلے آئے۔ بہر حال آپ غور و گہرائی سے آیت سنیے اللہ نے فرمایا ہے کہ۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ O فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (3/81-82)

''اور جب اللہ نے تمام نبیوّں کا عہد لیا تھا اور کہا تھا کہ جب میں تم سب کو کتاب اور حکمت میں سے دے چکوں پھر اسکے بعد تمہارے پاس وہ رسولؐ آئے جو تمہیں ملی ہوئی کتاب اور حکمت کی تصدیق کرے تو تم پر لازم ہوگا کہ تم اُس رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اُس کی نُصرت کرو۔ اسکے بعد اللہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس عہد کا اقرار کرلیا ہے، اور میری یہ ذمہ داری قبول کر لی ہے تو سب نے جواب دیا تھا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ تب اللہ نے فرمایا تھا کہ تم سب اس معاہدے پر گواہ رہنا اور میں بھی تمھارے ساتھ اس عہد پر گواہ رہوں گا۔ چنانچہ جو کوئی اس معاہدے کے بعد اپنی ولایت قائم کرے گا وہ یقیناً قانون شکن اور معاہدے کا مخالف ہوگا''۔

قارئین ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ معاہدہ اس وقت ہوا تھا جب کسی نبیؐ یا اُمت کو کتاب اور حکمت نہ دی گئی تھی یعنی حضرت آدم علیہ السلام بھی اُس وقت تک بلا کتاب وحکمت تھے یعنی اس معاہدے کو انسانیت کی ابتداء ہی میں پایہ تکمیل کو پہنچا دیا گیا تھا اور اس کا وقت اسی کے آس پاس تھا جب اللہ نے ساری نوع انسان سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا تھا اور پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (7/172) دوسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان سب سے یہ اقرار لیا گیا کہ جب تمھارے پاس وہ رسوؐل آئے جو تمھیں ملی ہوئی کتاب اور حکمت کی تصدیق کرے تو تم سب اس رسولؐ پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے۔ یہ معلوم اور مسلّمات میں سے ہے کہ تمام نبیوںؑ اور رسولوؐں کو اسی قرآن میں سے قسط وار کتابیں اور حکمتیں دی گئی تھیں لہٰذا ان نبیوںؑ اور رسولوؐں کی کتابوں کی تصدیق وہی رسوؐل کرسکتا تھا جسکے پاس پورے قرآن کا علم ہو لہٰذا معاہدہ کا لبِ لباب یہ ہے کہ جب اور جس کے پاس محمدؐ آئے تو وہ نبیؐ اور اس کی اُمت محمدؐ پر ایمان لاتی چلی جائے اور قرآن کی قسط پر عمل کر کے محمدؐ کی نصرت کرتی جائے اور محمدؐ یہ دیکھتے رہیں کہ انبیاؑ اور اُمتیں ایمان اور عمل پر کاربند ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ ہر نبیؑ کے دور میں موجود رہے۔ ان پر ایمان لایا گیا اور آں کی نصرت کی گئی۔ اسی موجودگی کی وجہ سے آنحضرتؐ کو ساری اُمتوں پر شہید بنانے کا قرآن میں بار بار اعلان کیا گیا ہے (4/41-42، 16/89) فرمایا گیا ہے کہ:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيدًا O يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا O (4/41-42)

”تم اس وقت کیسا محسوس کرو گے جب ہم تمام امتوں پر ان امتوں میں سے ایک

ایک چشم دید گواہ قائم کریں گے اور تمہیں ان سب امتوں پر چشم دید گواہ کی حیثیت سے پیش کریں گے۔ لہٰذا اس روز جن جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور اے رسولؐ تمہاری نافرمانی کی ہو گی وہ سب یہ تمنا کریں گے کہ زمین پھٹ جاتی اور وہ اس میں سما جاتے اور وہ اللہ سے کسی بات کو چھپا نہ سکیں گے'' (4/41-42) اور فرمایا کہ:۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰـٓـؤُلَاۤءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ O (16/89)

وہ دن سامنے رکھنا چاہیے جب ہم ہر ایک اُمت پر ان ہی اُمتوں میں سے ایک ایک چشم دید گواہ پیش کریں اور اے رسولؐ تمہیں ان تمام امتوں پر چشم دید گواہ کی حیثیت میں پیش کریں گے اور اسی لئے ہم نے تم پر ایسی کتاب بھی نازل کر دی ہے جو کہ ہر ہر چیز کا بیان کرتی ہے اور اسلام لانے والوں کے لیے ھدایت ہے اور رحمت ہے اور خوشخبریاں لئے ہوئے ہے'' (16/89 اور 16/84)۔

ہر اُمت کے ہر فرد پر وہی شخص گواہ ہوسکتا ہے جو ہر فرد کے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا ہو۔ کون ہے جو قرآن کے اس عہد کا اور اس شہادت والی آیات کا انکار کرے؟ انکار کرنے والا اللہ کی قدرت و عظمت کو محدود کرنیوالا ہوگا اور وہ یقیناً کافر ہوگا۔ ورنہ اللہ نے صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ محمدؐ پوری کائنات کی ہر ہر مخلوق پر چھائے ہوئے تھے۔ کوئی زمانہ اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب محمدؐ کسی چیز سے غافل رہے ہوں۔ تمام امتوں اور تمام نبیوںؑ کے ساتھ ساتھ رہے۔ ان کے ظاہری و باطنی اعمال پر نظر رکھتے رہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ:۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ O (34/28)

اور ہم نے تجھے بھیجا ہی نہیں ہے مگر ہر ہر آدمی اور پوری انسانیت کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے مگر انسانوں کی کثرت کو یہ علم نہیں ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا؟ یعنی انہیں یہ بات ہضم نہیں ہوتی کہ ایک انسان کو ہر ہر انسان کے اور پوری نوع انسان کے پاس بھیجا جائے اور ہر وقت سب کے ساتھ رکھا جائے؟ ان کے تجربوں اور حساب سے یہ سب باتیں ناممکن ہیں مگر وہ اللہ کو بھی اپنے تجربوں اور حساب کے ماتحت جانچتے ہیں۔

10۔ قریش نے اور باقی لوگوں نے اللہ کی صرف ان باتوں کو مانا ہے جو اُن کے حساب میں ممکن تھیں۔

اور ہر اس بات کا انکار کر دیا یا اس کی صورت کو بدل کر مان لیا جو اللہ کے لئے ممکن تھی۔ مثلاً اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔ وَبِالْحَقِّ اَنزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا O وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا O قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا O وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا O وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا(17/105-109)

مودودی نے کیا کچھ ممکن مانا۔ ’’اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق ہی کے ساتھ یہ نازل ہوا ہے اور اے محمدؐ تمہیں ہم نے اس کے سوا اور کسی کام کے لئے نہیں بھیجا کہ (جو مان لے اسے) بشارت دے دو، اور (جو نہ مانے اُسے) متنبہ کر دو۔ اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ، اور اسے ہم نے موقع موقع بتدریج اتارا ہے۔ اے محمدؐ ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسے مانو یا نہ مانو، جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے انہیں جب یہ سنایا جاتا ہے تو منہ کے بل سجدے

میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ ''پاک ہے ہمارا رب اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا''۔
اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے''۔
(17/105-109)۔تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ(649-680)

یہ مولانا مودودی کا ترجمہ تھا لہٰذا جو کچھ ان چار آیتوں سے ان کے نزدیک قابل قبول تھا وہ انھوں نے اس ترجمے میں لکھ دیا ہے اور جہاں جہاں انھیں شبہ ہوا ہے تو اپنی پانچ تشریحات میں بیان کر دیا ہے۔

11۔ مودودی نے خود ساختہ روایت کو بحال رکھنے کے لئے ترجمہ میں تضاد پیدا کر دیا حق کو چھپایا حقیقی علماء کو چھپایا۔بات بدل دی

مودودی نے خود مان کر اور ترجمہ میں لکھ کر بھی قرآن کے ایک ساتھ نہ اترنے کی غلط بات لکھ دی اس لیے کہ قریش نے قرآن کو 23 سال میں رفتہ رفتہ اترنا مشہور کر دیا تھا۔ بہرحال اللہ نے یہاں بھی اور ہر جگہ قرآن کے پورا نازل ہونے کا اعلان فرمایا ہے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ ''ہم نے قرآن کو چند آیات کی صورت میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے اور رسولؐ کو اتنا ہی معلوم ہوتا جاتا تھا جتنا ہم نازل کرتے جاتے تھے تو باقی قرآن سے رسولؐ اللہ ناواقف رہتے رہے''۔

قریش یہ چاہتے تھے کہ رسولؐ اللہ کو پورے قرآن کا عالم نہ مانیں تاکہ ان کا ہر حکم قطعی اور آخری فیصلہ نہ بن سکے اور ہم جس حکم کو چاہیں وقتی اور عارضی کہہ کر اسے رد کر سکیں یا اس میں تبدیلیاں کر سکیں۔اس پالیسی کے ماتحت قرآن کے واضح بیانات کے خلاف یہ مشہور کیا گیا ہے کہ چالیس سال کی عمر تک رسولؐ اللہ کو قرآن کا کوئی علم نہ تھا بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسولؐ اللہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ میں رسولؐ ہوں۔تاکہ چالیس سال تک انہیں اپنے

جیسا شخص منوایا جائے یعنی ایسا شخص جسے نہ حرام وحلال کا پتہ تھا نہ جائز و ناجائز کو جانتے تھے۔لہٰذا کھانے پینے میں بالکل باقی عربوں کی طرح جو سب کھاتے تھے رسولؐ بھی معاذ اللہ وہی کچھ کھاتے پیتے تھے۔اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ رسولؐ کا گوشت پوست اور ہڈیوں کے اندر کا گودا-دل و دماغ سب کچھ ناپاک غذا سے بنتا اور ناپاک ہوتا جیسا کہ باقی مشرکین ناپاک تھے جن کہ لیے قرآن نے فرمایا ہے کہ:۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌO (9/28)

”اے وہ لوگو جو ایمان دار ہو یقیناً مشرکین ناپاک لوگ ہیں اس سال کے بعد وہ ہرگز کعبہ کی مسجد کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ ان کی آمد کو روکنے سے روپے پیسے کی تنگی ہو جائے گی تو اگر اللہ نے چاہا جلد ہی تمہیں ان کی محتاجگی سے مستغنی کر دے گا۔ یقیناً اللہ تو جاننے والا اور حکمت والا ہے“ (توبہ 9/28)

قریش یہی چاہتے تھے کہ وہ اور رسولؐ جسمانی پوزیشن میں برابر ہو جائیں تا کہ کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ چالیس چالیس سال حرام کھا کر گوشت پوست دل و دماغ اور ہڈیوں کے اندر کا گودا ناپاک رکھتے ہوئے کلمہ پڑھ کر کیسے کوئی پاک ہوسکتا ہے اور کیسے چند الفاظ منہ سے ادا کر کے ہڈیوں کا گودا بھاپ بن کر نکل سکتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا پاک گودا پاک دل پاک مغز اور پاک گوشت آ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کو اسلام لا چکنے اور برسوں مسلمان رہنے نمازیں پڑھنے اور عبادتیں کرنے کے بعد بھی انہیں ناپاک فرمایا قرآن سنیئے اور مودودی کا ترجمہ دیکھئے ارشاد ہے کہ:۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰى یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌO (3/179)

مودودی ترجمہ۔ ’’اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا‘‘۔

(3/179 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 305)

معلوم ہوا کہ آیت کے نزول کے وقت تک دو قسم کے مومنین موجود تھے ایک پاک مومن۔ دوسرے ناپاک مومن۔ جو آپس میں ملے جلے تھے۔ اور یہ حال 9 ہجری تک موجود تھا۔ اب ظاہر ہے کہ ناپاک مومن وہی ہو سکتے ہیں جن کا گوشت پوست دل و دماغ اور ہڈیوں کے اندر کا گودا حرام و ناپاک غذا سے بنا ہوا تھا معلوم ہوا کہ قریش نے آنحضرتؐ کو اپنے برابر رکھنے کے لیے نہ پیدائشی رسولؐ مانا اور نہ چالیس سال سے پہلے رسولؐ تسلیم کیا۔ تا کہ چالیس سال کی عمر تک مشرک اور کافر رہ کر مسلمان ہونے والوں کو کوئی طعنہ نہ دے سکے اور طنز کرے تو وہ طنز خود رسولؐ پر بھی عائد ہو جائے۔ لیکن رسولؐ کے متعلق قرآن میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ ’’وَيُزَكِّيْهِمْ‘‘ رسولؐ اُن کو پاک کرتا ہے (2/129) یہ حضرت ابراھیم علیہ اسلام کی دعا میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساڑھے تین ہزار سال پہلے سے رسولؐ پاک ہے اور پاک کرنے کی قدرت رکھتا ہے پھر (3/164) میں فرمایا جبکہ آپ رسالت کی ابتدا میں قرآن کی تلاوت سے لوگوں کو پاک کرر ہے تھے ۔لہٰذا رسولؐ کے اندر کسی قسم کی اور کسی مقدار میں ناپاکی ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔ پھر آیت تطہیر بھی قرآن میں موجود ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا O (33/33)

’’ان ازواج کو ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہہ کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہے کہ اے مردمان

اھل بیتؐ، اللہ نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ تم سے ہر وہ گندگی دور کرے جو تمہاری مستورات سے بھی متعلق ہو اور تمہیں ایسا طاہر و مطہر کر دے جو پاکیزگی کا حق ہے۔'' یوں قریش کی پالیسی ناکام ہوگئی اور ازواج کے ساتھ لفظ مطہرات لگانا پڑا مگر خود ناپاک رہ گئے اور انہیں جگہ جگہ یہ ماننا پڑا کہ قرآن کریم پورا کا پورا نازل ہوا تھا اور یہ بات تو قرآن نے خود واضح کر دی ہے کہ کوئی نبیؐ یا رسولؐ ایسا نہیں بھیجا گیا جس کے ساتھ ساتھ اس کی کتاب نہ بھیجی گئی ہو۔ دیکھو سورہ بقرہ (2/213) اور سورہ حدید (57/25) جہاں فرمایا ہے کہ:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ..الخ (57/25)

یعنی ''یقیناً ہم نے اپنے رسولوںؑ کے ساتھ واضح آیات بھیجیں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کی کتاب بھی نازل کی'' ساتھ ساتھ کا مطلب یہ نہیں کہ رسولؐ آج آئے اور کتاب چالیس سال بعد آئے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ گھوارے میں فرما رہے ہیں کہ:۔

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّاO (19/30)

''میں یقیناً اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے اللہ نے کتاب دے کر نبیؐ بنایا ہے''

یعنی پہلے کتاب دی جاتی ہے اور تمام سابقہ کتابوں کا علم دیا جاتا ہے (5/110) اور معجزات کی قدرت دی جاتی ہے پھر نبیؐ پیدا ہوتا ہے اور جب حکم خدا ہوتا ہے تب اعلان نبوت کرتا اور بولتا ہے۔ یہ تمام قرآن کریم کے واضح الفاظ سے ثابت ہے لہٰذا قریشی روایات اور پالیسیاں قرآن کی مخالف ثابت ہوگئیں ۔

12 ۔ مودودی کا ترجمہ غلط ہے فَرَقْنَا کے معنی نازل کرنا نہیں

اور اب ان کے ترجمہ میں بد دیانتی بھی دیکھ لیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

''وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنجَیْنٰکُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنظُرُوْنَO''

مودودی کا ترجمہ:۔ ''یاد کرو وہ وقت، جب ہم نے سمندر پھاڑ کر تمہارے لئے راستہ بنایا، پھر اس میں سے تمہیں بخیریت گزروا دیا، پھر وہیں تمہاری آنکھوں کے سامنے فرعونیوں کو غرقاب کیا''۔ (بقرہ 2/50) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 75)

قارئین دیکھیں کہ مودودی نے یہاں لفظ ''**فَرَقْنَا**'' کے معنی دریا کو پھاڑنا یعنی شق کرنا کئے ہیں اور یہ قصہ مشہور ہے کہ دریا چلتے چلتے رک گیا اور راستہ بن گیا موسیٰؑ اور بنی اسرائیل گزر رے چلے گئے لیکن جب فرعون اور اس کی فوجیں اس راستے سے گزرنے لگیں تو دریا بہنا شروع ہو گیا اور فرعون مع اپنی افواج کے ڈوب گیا۔ لیکن اس مودودی نے اسی لفظ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ:

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا○ (17/106)

''اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے بتدریج اتارا ہے''۔

قارئین اپنا اطمینان کرلیں کہ قریشی علما نے قرآن کے ترجموں میں جہاں جہاں قریش کی پالیسیوں پر آنچ آتے دیکھی وہاں ترجموں میں ہر قسم کی بے ایمانی اور بددیانتی کی ہے۔ چونکہ وہ کہہ چکے تھے کہ قرآن 23 سال میں رفتہ رفتہ نازل ہوا تھا اس لیے یہاں **فَرَقْنَاهُ** کے معنی عربی زبان کے خلاف ''تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا'' کر لیے اور اطمینان سے گزر گئے۔ مگر ہم ان کی راہ میں رکاوٹ تھے اس لیے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ اگر انہوں نے وہی معنی کیے ہوتے جو دریا کے سلسلے میں کیے تھے تو بات یوں ہوتی کہ:۔

''**وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ**''

''اور ہم نے قرآن کو شق کر دیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے مناسب ٹکڑوں میں قرأت

کی جا سکے'' یا ہم نے قرات کے لیے قرآن کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے تا کہ لوگوں کے سامنے سنانے میں آسانی ہو جائے اور اسی بنا پر قرآن کا نزول لا جواب ہے۔ مگر یہ ترجمہ قریش کی خود ساختہ پالیسی کا ستیاناس کر دیتا تھا اس لیے مودودی نے غلط ترجمہ کرنے کو غلط نہیں سمجھا۔ اور چونکہ غلط بات مشہور اور مقبول چلی آ رہی تھی اس لیے انہیں مخالفت کا خیال بھی نہیں آیا۔ تیسری آیت (17/107) میں اللہ نے کھلی چھٹی دے دی ہے کہ ان بیان شدہ حقائق کو کوئی مانے یا نہ مانے۔ اس لیے کہ کچھ ایسے ماننے والے لوگ موجود ہیں جن کو قرآن سے پہلے ہی اللہ نے اَلْعِلْمُ یعنی مکمل علم دے دیا ہے جو قرآن کی تلاوت کو سن کر سجدے کرتے ہیں اور روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا''۔

یہاں قارئین کو دو باتوں پر غور کرنا ہے اول یہ کہ ان آیات (17/105-109) میں کسی وعدے کا ذکر نہیں ہے۔ دوم یہ کہ جن لوگوں کو مکمل علم دیا گیا ہے وہ قرآن کی ترتیبِ آیات کو سن کر اللہ کے کسی وعدے کے پورا ہو چکنے کا اعلان کرتے ہیں۔ یعنی قرآن کی موجودہ ترتیب بتاتی ہے کہ اللہ نے اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لیے ہی یہ ترتیب رکھی ہے اور اس ترتیب سے واقعی وہ وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ یہاں پھر دو اور باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ یہ مکمل عالم حضراؐت قرآن کی موجودہ ترتیب کے علاوہ کسی اور ترتیب پر بھی مطلع ہیں۔ جو ایسی ترتیب تھی کہ اگر اسی ترتیب سے قرآن آیا ہوتا تو وہ وعدہ پورا نہ ہوتا جو ترتیب کے بدلنے سے پورا ہو گیا ہے۔ یہاں تک مکمل عالمؐ حضرات کے رویے سے کئی سوال پیدا ہو جاتے ہیں جن کا اطمینان بخش جواب درکار ہے۔ لہٰذا جواب سنئے قرآن کے بیانات کی رو سے یہ قرآن لوح محفوظ میں سے آیا ہے (سورۃ البروج 85/21-22) اور مکمل عالمؐ حضرات نے لوح محفوظ پڑھی ہے اور وہاں قرآن کی یہ ترتیب نہیں ہے جو نازل کی گئی ہے۔

اس لئے کہ اللہ نے قریش کو قرآن کے الفاظ اور بیانات میں ردوبدل یا تحریف سے روکنا تھا اور مکمل علما سے یہی وعدہ تھا کہ جس طرح سابقہ کتابوں میں سابقہ اُمتوں نے کتابوں کے متن میں ردوبدل اور کمی بیشی کرلی تھی وہ ردوبدل اور کمی بیشی قرآن کے متن میں ناممکن بنا دی جائے گی چنانچہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ قریش قرآن کے متن میں کوئی اور کسی قسم کی ردّوبدل نہ کر سکے ۔

آج قرآن کا متن ہر جگہ ہر گھر میں اور ہر ملک میں ایک ہی ہے اسی مجبوری کی بنا پر قریش نے قرآن کے ترجموں میں ردوبدل کی ہے۔ چنانچہ ہر فرقہ کا ترجمہ الگ الگ اور مختلف ہے مگر متن یعنی قرآن کی عربی عبارت تمام قرآنوں میں ایک ہی ہے اور یہ بات اس جدید ترتیب ہی سے ممکن ہوئی ہے۔ اسی لیے مکمل علماً نے قرآن کو سنتے ہی فوراً سجدہ شکر کیا اور اللہ کے وعدے کے پورا ہو چکنے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن کو نہ تو سارا ایک دم سنایا گیا نہ قریش کو سارا قرآن ایک دم سے دیا گیا نہ ہی کھل کر پورے قرآن کے موجود ہونے کا اعلان کیا گیا۔ بلکہ جتنی عملاً ضرورت ہوتی تھی پڑھ کر سنا دیا جاتا تھا اور لکھنے والے اپنے اپنے پاس لکھ لیا کرتے تھے یاد کرنے والے یاد کرلیا کرتے تھے۔ انھیں یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کل کیا مضمون سنایا جائے گا؟ اس لیے ہر شخص مجبور تھا کہ جو کچھ آج سنایا گیا ہے اسی تک محدود رہے اس میں وہ اس لیے ردوبدل اور کمی بیشی نہ کر سکتے تھے کہ جو لوگ چلے گئے اُن کی تحریر میں اور ان کے حافظے میں اپنی ردوبدل اور کمی بیشی کو کیسے داخل کریں گے؟ لہٰذا وہ سب لوگ کل کو انہیں جھٹلا دیں گے اور اپنی تحریر دکھا کر اور اپنا یاد کیا ہوا سنا کر اُن کی ردوبدل اور کمی بیشی کو غلط ثابت کر دیں گے۔ لہٰذا ہر شخص مجبور تھا کہ وہی کچھ لکھے اور اتنا ہی یاد کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز سناتے تھے یوں قرآن 23 سال تک سنایا اور لکھوایا گیا

اور لوگ یہ سمجھتے رہے کہ آج ہی نازل ہوا ہے۔

مودودی کے ترجمہ اور مذکورہ آیات (109- 17/105) کے متعلق صرف ایک بات اور کہنا ہے کہ مودودی نے آیت نمبر (17/107) میں مذکور مکمل علما (اَلَّـذِيْـنَ اُوْتُـوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ) کومسلمانوں کے بجائے اھل کتاب میں تسلیم کیا ہے جو سراسر غلط اور قرآن کے بھی خلاف ہے۔اُس وقت نہ سارے اھل کتاب ایمان لائے تھے نہ ان کو یا کسی اور کو لوح محفوظ کا علم تھا نہ وہ قرآن کی موجودہ ترتیب اور لوح محفوظ کی ترتیب کا فرق جانتے تھے۔اُمتیں تو اُمتیں ہیں اللہ نے کسی نبیؑ ورسولؐ کو بھی العلم (مکمل علم) دینے کا ذکر قرآن میں نہیں کیا ھے پھر اللہ نے مکمل علم عطا کرنے کا زمانہ متعین نہیں فرمایا ہے لہٰذا مکمل علمًا روزِ ازل سے علمًا ماننا ہوں گے اور وہ کوئی اور نہیں ہو سکتے سوائے ان حضرات سلام اللہ علیہم کے جن کو تمام علمائے صالحین اجزائے نور محمدؐ مانتے اور پہچانتے چلے آئے ہیں یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام۔

لہٰذا مودودی کے لئے ضروری تھا کہ اُن کی پوزیشن کو چھپا جائیں مگر قرآن کریم اُن کی پوزیشن کو اِن ہی الفاظ میں '' اَلَّـذِيْـنَ اُوْتُـوا الْعِلْـم '' جگہ جگہ بیان کرتا ہے مثلاً (29/49) (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 712) اور (30/56) (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 766) اور (28/80) (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 663) اور (22/54) (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 238) اور (47/16) (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 23) اور (58/11) (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 362) اور (16/27) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 535) اور (3/18) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 239) یہ آٹھ مقامات ہیں جہاں اجزائے نور محمدیؐ کا یا آئمہ اہلِ بیتؑ صلوات اللہ علیہم کا روز ازل سے مکمل علمًا کی حیثیت سے بیان ہوا ہے اور دیگر بہت سے مقامات پر ان حضرات علیہم السلام کی شان میں قرآن نے وہ مقام بیان کیا ہے جو اللہ اور محمدؐ پر صحیح ایمان لائے بغیر علم و

عقل انسانی برداشت نہیں کرسکتی۔

13۔ حضرت عیسیٰؑ، ان کے صحابہؓ اور مودودی کی زبانی، قرآن و انجیل کی تصدیق اور محمدؐ۔

فرمایا گیا تھا کہ:۔ ''ہوئی پہلوئے آمنہؓ سے ھویدا دعائے خلیل و نویدِ مسیحا۔

وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ○(سورہ صف 61/6)

مودودی کا ترجمہ:۔ ''اور یاد کرو عیسیٰؑ بن مریم کی وہ بات جو اُس نے کہی تھی کہ ''اے بنی اسرائیل، میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اُس توریت کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسولؐ کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا مگر جب وہ رسولؐ اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو صریح دھوکا ہے''۔

یہ آیت لکھنے کے بعد مودودی اپنی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:۔

مودودی کی تشریح ''6یہ بنی اسرائیل کی دوسری نافرمانی کا ذکر ہے۔ایک نافرمانی وہ تھی جو انہوں نے اپنے دورِ عروج کے آغاز میں کی۔ اور دوسری نافرمانی یہ ہے جو اس دور کے آخری اور قطعی اختتام پر انہوں نے کی جس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُن پر خدا کی پھٹکار پڑ گئی۔ مدعا اُن دونوں واقعات کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ مسلمانوں کو خدا کے رسولؐ کیساتھ بنی اسرائیل کا سا طرزِ عمل اختیار کرنے کے نتائج سے خبردار کیا جائے''

(تفہیم القرآن جلد 5، صفحہ 458 و 459)۔

دوسری تشریح ''7۔ اس فقرے کے تین معنی ہیں اور تینوں صحیح ہیں۔ایک یہ کہ میں کوئی الگ اور نرالا دین نہیں لایا ہوں بلکہ وہی دین لایا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ میں توریت کی تردید کرتا ہوا نہیں آیا ہوں بلکہ اُس کی تصدیق کر رہا ہوں، جس طرح ہمیشہ سے خدا کے رسولؐ اپنے سے پہلے آئے ہوئے رسولوںؑ کی تصدیق کرتے رہے ہیں،لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ تم میری رسالت کو تسلیم کرنے میں تامل کرو۔دوسرے معنی یہ ہیں کہ میں اُن بشارتوں کا مصداق ہوں جو میری آمد کے متعلق توریت میں موجود ہیں۔لہٰذا بجائے اسکے کہ تم میری مخالفت کرو۔تمہیں تو اس بات کا خیر مقدم کرنا چاہیے کہ جس کے آنے کی خبر پچھلے انبیاؑ نے دی تھی وہ آ گیا۔

اور اس فقرے کو بعد والے فقرے سے ملا کر پڑھنے سے تیسرے معنی یہ نکلتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کے متعلق توریت کی دی ہوئی بشارت کی تصدیق کرتا ہوں اور خود بھی اُن کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔اس تیسرے معنی کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا اشارہ اُس بشارت کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے دی تھی۔اُس میں وہ فرماتے ہیں کہ:۔

'' خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے،یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبیؐ برپا کرے گا۔تم اُس کی سننا۔یہ تیری اُس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہوتا کہ میں مر نہ جاؤں۔اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔میں ان کے لیے ان ہی کے

بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبیؐ برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں اُن کا حساب اس سے لوں گا'' (استثناء باب 18 آیات 15-19) یہ توریت کی صریح پیشینگوئی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔ اُس میں حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا رہے ہیں کہ:۔ ''میں تیرے لیے تیرے بھائیوں میں سے ایک نبیؐ برپا کروں گا''۔ ظاہر ہے کہ ایک قوم کے ''بھائیوں'' سے مُراد خود اُسی قوم کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہوسکتی ہے جس کے ساتھ اس کا قریبی نسلی رشتہ ہو۔ اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے کسی نبیؐ کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ ''میں تمہارے لیے خود تم ہی میں سے ایک نبیؐ برپا کروں گا''۔

لہٰذا بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد لامحالہ بنی اسماعیلؑ ہی ہوسکتے ہیں۔ جو حضرت ابراھیمؑ کی اولاد ہونے کی بنا پر اُن کے نسبی رشتہ دار ہیں۔ مزید برآں اس پیشنگوئی کا مصداق بنی اسرائیل کا کوئی نبیؑ اس وجہ سے بھی نہیں ہوسکتا کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں سے کوئی ایک نبیؑ نہیں بہت سارے نبیؑ آئے ہیں جن کے ذکر سے بائبل بھری پڑی ہے۔ دوسری بات اس بشارت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جو نبیؐ برپا کیا جائے گا وہ حضرت موسیٰؑ کے مانند ہوگا اس سے مراد ظاہر ہے کہ شکل وصورت یا حالات زندگی میں مشابہ ہونا نہیں ہے، کیونکہ اس لحاظ سے کوئی فرد بھی کسی دوسرے فرد کے مانند نہیں ہوا کرتا اور اس سے مراد محض وصفِ نبوت میں مماثلت بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ وصف اُن تمام انبیاؑ میں مشترک ہے جو حضرت موسیٰؑ کے بعد آئے ہیں، اس لیے کسی ایک نبیؑ کی یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی کہ وہ

اس وصف میں اُن کے مانند ہو۔ پس ان دونوں پہلوؤں سے مشابہت کے خارج از بحث ہو جانے کے بعد کوئی اور وجہِ مماثلت، جس کی بنا پر آنے والے ایک نبیؐ کی تخصیص قابلِ فہم ہو، اس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ وہ نبی ایک مستقل شریعت لانے کے اعتبار سے حضرت موسیٰ کے مانند ہو۔ اور یہ خصوصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ آپ سے پہلے بنی اسرائیل میں جو نبی بھی آئے تھے وہ شریعت موسوی کے پیرو تھے، اُن میں سے کوئی بھی ایک مستقل شریعت لے کر نہ آیا تھا''۔

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 459-460)

14۔ مودودی کا حضرت علیؑ کا انتہائی مخالف ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے بھائی ھارونؑ تھے محمدؐ کے بھائی علیؑ تھے اور محمدؐ کے جانشین تھے۔

مودودی نے حضرت علیؑ سے دشمنی کا پورا پورا ثبوت دے دیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب مودودی صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی ہی کو نہیں چھپایا بلکہ قرآن کی آیات کو اور رسولؐ کی مسلّمہ حدیث کو بھی چُھپالیا ہے پہلے وہ آیات سنیئے جو مودودی نے چُھپائی ہیں پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِیۡلًا ○ وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِیۡلًا ○ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّجَحِیۡمًا ○ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیۡمًا ○ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَکَانَتِ الۡجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّهِیۡلًا ○ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا شَاهِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ○ فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا ○ فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَا ○ السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ کَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ○ (73/10-18)

''اور جو باتیں یہ قریش کر رہے ہیں تم اُن پر صبر کرلو اور شرافت کے ساتھ قریش سے ہجرت کرلو جدا ہو جاؤ۔ اے محمدؐ تم ان قریشی رئیسوں کو جو حقائق کو جھٹلا رہے ہیں میرے حوالے کردو اور اُنہیں عذاب جہنم کے لیے مہلت دے دو۔ اور ہمارے پاس اب قریش کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ باقی رہ گئی ہے اور حلق میں پھنس کر رہ جانے والی غذا اور دردناک عذاب ہے۔ یہ اس دن ہوگا جب زمین اور پہاڑ لرز اُٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہو جائے گا جیسے ریت کے ڈھیر ہوں جن کو بکھیرا جا رہا ہو۔ تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح کا رسولؐ گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح کا رسولؐ ہم نے فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ چنانچہ جب فرعون نے اس رسولؑ کی نافرمانی کی تھی تو ہم نے فرعون کو بڑی سختی سے پکڑا تھا۔ چنانچہ اے قریش اگر تم اپنے رسولؐ کی نافرمانی کرو گے تو تم ہمارے عذاب سے اُس روز کیسے بچو گے جس دن بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان پھٹتا چلا جائے گا اللہ کا وعدہ تو ضرور پورا ہو کر رہنا ہے'' (سورہ مزمل 73/10-18)

(14۔الف) ساری امت میں مقبول اور مشہور حدیث بھی سن لیں۔

''قَالَ رسوؐل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنیّ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰیؑ اِلَّا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' (صحیح مسلم)

امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ تمہاری منزلت میرے ساتھ وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی منزلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی''

(14ب) قرآن میں حضرت ہارونؑ کی منزلت حضرت موسیٰؑ سے

جب اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تھا تب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے چند درخواستیں کی تھیں وہ درخواستیں بجنسہٖ قرآن میں ریکارڈ چلی آرہی ہیں اُن کو قرآن کے الفاظ میں پڑھیے اور حضرت علی علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ اور ہارونؑ اور موسیٰؑ کی مماثلت اور منزلت دیکھئے۔ اور دیکھئے کہ کس بنا پر ہم زیارات میں آئمہ علیھم السلام کو شریک القرآن پڑھتے ہیں حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے عرض کیا کہ:۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ O وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ O وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِيْ O يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ O وَاجْعَل لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ O هٰرُوْنَ اَخِي O اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ O وَاَشْرِكْهُ فِيْ اَمْرِيْ O كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا O وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا O اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا O قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى O وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى O اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى O اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ O اِذْ تَمْشِيْ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى O وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ O اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ O اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى O فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى O قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى O قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى O (سورة طٰهٰ 20/25-46)

”اے میرے پروردگار میرے سینے میں کشادگی پیدا کر دے اور میری ذمہ داریوں کو میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی مشکلات کو ہٹا دے تا کہ لوگ میری باتوں کو سمجھیں اور میرے لئے میرے اپنے کنبے کا وزیر مقرر کر دے ھارونؑ کو جو میرا بھائی ہے۔ اور ھارونؑ کے ذریعہ سے میرے ہاتھ مضبوط کر دے اور ہارونؑ کو میری رسالت

میں شریک کر دے تا کہ ہم دونوں خوب خوب تیری پاکیاں بیان کریں اور خوب خوب تیری تبلیغ کرتے رہیں تو ہمیشہ ہم دونوں کے حالات دیکھتا رہا ہے اللہ نے جواب دیا کہ اے موسیٰؑ جو کچھ تُو نے مانگا وہ سب ہم نے تمہیں دے دیا اور یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی تم پر اُس وقت منّت احسان کیا تھا جب کہ تمہاری والدہ کو وہ وحی کی تھی جو ضروری تھی اُس وحی میں یہ ہدایت بھی کی تھی کہ تم اس بچے کو ایک صندوق میں رکھ دینا اور پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دینا۔ دریا اس صندوق کو کنارے پر وہاں پہنچا دے گا جہاں میرا اور اس بچے کا دشمن اس صندوق کو اُٹھالے گا لہٰذا ایسے ہی کیا گیا اور اے موسیٰؑ تم فرعون کے ہاتھوں میں جا پہنچے اور میں نے تمہیں محبت کا ٹھکانہ بنا دیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے پالا جانے کا انتظام کر دیا۔ چنانچہ تمہاری بہن بھی چلتے چلتے وہاں پہنچ گئی اور اس نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایسا پتہ بتا دوں جو اس بچہ کی کفالت کرے اور اسے پال پوس کر تمہارے حوالے کر دے؟ لہٰذا یُوں ہم نے تمہیں پھر تمہاری والدہ کے پاس پہنچا دیا تا کہ تمہیں دیکھ کر اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور اسے جدائی کا رنج بھی نہ ہوا اور تم اس کے آغوشِ محبت میں پلتے رہو اور وہ وقت بھی نوٹ کرنے کا ہے کہ تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا ہم نے تمہیں اس کے فکر سے بھی نجات دی اور تمہیں کئی آزمائشوں سے گزار کر مدین لے گئے اور کئی سال تک وہاں رکھا اور آخر مناسب وقت پر تمہیں واپس لے آئے۔ اے موسیٰؑ میں نے تجھے خاص طور پر اپنی ذات کے لیے ایجاد کیا ہے۔ اب تُو اور تیرا بھائی ھارونؑ میرے معجزات لے کر جاؤ اور میری یاد سے غافل نہ ہونا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس لیے کہ وہ بہت سرکش ہو گیا ہے تم دونوں اس سے نرمی سے باتیں کرنا شاید تمہاری نرمی سے وہ ڈر جائے اور نصیحت قبول کر لے۔ دونوں نے عرض کیا کہ پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی سے پیش آئے گا

فرمایا تم دونوں بالکل نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا اور اس کے اعمال کو دیکھتا اور باتوں کو سنتا رہوں گا۔ لہٰذا بے خوفی سے اُس کے پاس چلے جاؤ'' (اور کامیاب ہو کر لوٹو)

قارئین کرام نے ان بائیس (22) آیات میں حضرت ہارونؑ اور موسیٰؑ کا آپس میں مقام دیکھا پھر اللہ کی نظر میں حضرت موسیٰ اور ان کی والدہ علیھما السلام کا مقام دیکھا اب اگر یہی مقام حضرت محمدؐ اور حضرت علی علیھما السلام کا نہ ہو تو اللہ کا یہ فرمانا کہ:۔ ''ہم نے تم لوگوں کی طرف ویسا ہی رسولؐ بھیجا ہے جیسا رسولؑ فرعون کی طرف بھیجا تھا غلط ہو جائے گا اور رسولؐ کا یہ فرمانا بھی غلط ہو جائے گا کہ: ''اے علیؑ تمہاری منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی''۔ یہی نہیں بلکہ اگر قریش سارے کے سارے جہنم میں نہ گئے اور عذاب الیم سے بچ گئے تو یہ وعدہ بھی غلط نکل جائے گا کہ:۔

''قریش کو ہمارے سپرد کر دو اور مہلت دے دو ہمارے پاس قریش کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے حلق میں پھنسنے والی خوراک اور دردناک عذاب ہے''۔

اور ہمیں معلوم ہے کہ نہ اللہ کی کوئی بات غلط ہو سکتی ہے نہ رسولؐ کی۔ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کی مثل حضرت علیؑ اور محمدؐ بھائی بھائی ہیں اور مجمع عام میں آنحضرتؐ نے اعلان کیا تھا کہ یہ علیؑ میرا وزیر ہے اور میرا خلیفہ ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کیا کرو اس پر ابولھب نے حضرت ابو طالب علیہ السلام کو طعنہ دیا تھا کہ تم آج سے اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کرو گے۔ یہ تاریخی باتیں ہیں قریش نے خود اپنی تاریخ میں تحریر کی ہیں اور ہم بہت جلد وہ مستند تاریخ پیش کریں گے۔

تاریخ سے پہلے قرآن سن لیں اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

''وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ O وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ O فَاِنْ عَصَوْکَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ O (26/214-216)

''اور اے رسولؐ تمام قریبی دعویداروں اور پنچوں کو جمع کر کے صورت حال سے خبر دار کر دو اور مومنین میں سے جو مومنین تمہاری پیروی کریں صرف اُن مومنین کے لیے اپنے بازو پھیلا دو اور اگر تمہاری نافرمانی کریں تو اُن کو بتا دو کہ میں تمہارے عملدرآمد سے بری الذمہ ہوں ''

(یہاں پہلے یہ نوٹ کر لیں کہ قریشی علما نے اس آیت میں عشیر کے معنی لغت ڈکشنری کے خلاف کنبہ اور رشتہ دار کر لیے ہیں)اب ہم اس آیت پر تاریخ طبری نے جو کچھ لکھا وہ پیش کرتے ہیں۔

15۔ تاریخ طبری نے اس آیت (26/214)پر کیا کچھ لکھا اور لوگ کیا کچھ سمجھے؟

''ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیت (وَأَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْأَقْرَبِیْنَ) نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ آبادی سے نکل کر کوہ صفا پر چڑھے اور وہاں سے اپنی قوم کو پکارا کہ میرے پاس آؤ۔ لوگوں نے باھم پوچھا کہ کون پکار رہا ہے۔ کہا گیا محمدؐ۔ آپ نے پھر نام لے کر فرمایا کہ اے فلاں کی اولاد۔ اے عبدالمطلب کی اولاد۔ اے عبد مناف کی اولاد میرے پاس آؤ۔ جب سب آپؐ کے پاس جمع ہو گئے آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں زبردست رسالہ حملہ کے لیے برآمد ہونے والا ہے۔ تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے کہا آج تک ہم اس بات سے واقف نہیں ہو سکے کہ تم نے کبھی جھوٹ بولا ہو۔ اب آپؐ نے فرمایا ''فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَکُمْ بَیْنَ یدی عذاب شدیدٌ''

ابولھب نے کہا تو ہلاک ہو اسی لیے تو نے ہمیں بلایا ہے یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے جلسے سے

اُٹھ گیا اور تب یہ سورت نازل ہوئی تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ۔

(تاریخ طبری ترجمہ حصہ اول صفحہ 88)

طبری کا دوسرا بیان ''علیؑ ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ جب یہ آیت:۔

''وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ'' رسولؐ اللہ پر نازل ہوئی آپ نے مجھے بلایا اور کہا علیؑ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قریبی کنبہ والوں کو ھدایت کروں مگر میں اپنے کو اس سے عہدہ برا ہونے میں مجبور پاتا ہوں۔ کیونکہ جب میں اُن کو اپنی دعوت دونگا وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے۔ اس خوف سے اس حکم کی بجا آوری میں خاموش تھا کہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اگر تم اللہ کے اس حکم کی بجا آوری نہ کرو گے تمہارا رب تم کو عذاب دے گا۔ اس لیے تم آدھ سیر تین پاؤ کا کھانا تیار کرو۔ اس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور دودھ بھر کر کٹورا لا دو۔ اس کے بعد تمام بنو عبدالمطلبؑ کو میرے پاس بلا لاؤ تا کہ میں ان سے گفتگو کروں اور اللہ کے حکم کو ان تک پہنچا دوں۔ میں نے رسولؐ اللہ کی فرمائش پوری کر دی اور پھر تمام بنو عبدالمطلبؑ کو جو اس زمانے میں کم وبیش چالیس مرد تھے آپ کے پاس بلا لیا۔ اُن میں آپ کے چچا ابو طالبؑ، حمزہؓ، عباس اور ابولھب بھی تھے سب کے سب جمع ہو جانے کے بعد رسولؐ اللہ نے مجھے اُس کھانے کے لانے کا جو میں نے آپؐ کے لیے تیار کیا تھا حکم دیا۔ میں نے اُسے لا کر رکھا۔ رسولؐ اللہ نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر اپنے دانتوں سے چیرا اور پھر اُسے خوآن کے کناروں پر رکھ دیا اور سب سے کہا کہ بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیجئے۔ تمام جماعت نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ مجھے صرف اُن کے ہاتھ چلتے دکھائی دیتے تھے اور قسم ہے اُس ذات پاک جس کے ہاتھ میں علیؑ کی جان ہے کہ جتنا کھانا میں نے اُن کیلئے تیار کیا تھا اُن میں سے ہر شخص اُس تمام کو کھا جاتا۔ کھانے کے

بعد رسولؐ اللہ نے فرمایا ان سب کو دودھ پلاؤ۔ میں نے وہ کٹورا لا کر اُن کو دیا اُسے پی کر وہ سب سیر ہو گئے۔ حالانکہ بخدا وہ صرف اتنا تھا کہ اُن میں کا ہر شخص اُسے پی جاتا۔ اس کے بعد رسولؐ اللہ نے چاہا کہ اُن سے گفتگو کریں۔ مگر آپؐ کے بولنے سے پہلے ابولھب نے کہا کہ ''عرصہ سے یہ تم پر جادو کرتا رہا ہے'' یہ سن کر تمام جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی رسولؐ اللہ نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ مجھ سے کہا کہ علیؑ تم نے دیکھا کہ اُس شخص نے مجھے آج بات کرنے کا موقع نہیں دیا اور سب لوگ چلے گئے۔ کل پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کرو اور اُن سب کو میرے پاس بلاؤ'' (ترجمہ طبری جلد اول صفحہ 88-89)۔

<u>طبری کا تیسرا بیان۔</u> ''حسب الحکم دوسرے دن پھر میں نے اُسی قدر کھانے اور دودھ کا انتظام کر کے سب کو رسولؐ اللہ کی خدمت میں جمع ہونے کی دعوت دی جب وہ آ گئے تو آپ نے کل کی طرح مجھے کھانا لانے کا حکم دیا۔ میں کھانا لایا آپؐ نے آج بھی وہی کیا جو کل کیا تھا۔ اُس کی برکت سے سب نے شکم سیر ہو کر کھا لیا۔ پھر آپؐ نے مجھے کہا ان کو دودھ پلاؤ۔ میں اس کٹورے کو لایا اُسی سے وہ سب سیر ہو گئے۔ اس سے فراغت کے بعد رسولؐ اللہ نے فرمایا اے بنو عبدالمطلبؑ میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ اس میں دین دنیا کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اُس بھلائی کی دعوت دوں۔ <u>تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میرا بوجھ بٹانے کے لیے آمادہ ہوتا ہے تاکہ وہ میرا بھائی بنے میرا وصی ہو اور تم میں میرا جانشین ہو۔</u> اس دعوت میں سب کے سب ساکت و صامت رہے، کسی نے حامی نہ لی۔ البتہ میں نے کہا حالانکہ میں اس جماعت میں سب سے کم عمر تھا سب سے زیادہ چھوٹی آنکھیں تھیں۔ پیٹ بڑا اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں۔ اے اللہ کے نبیؐ میں تمہارا وزیر بنتا ہوں

رسولؐ اللہ نے میری گردن تھام کر کہا یہ میرا بھائی ہے میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے تم اس کی بات کو سُنو اور جو کہے اسے بجا لاؤ۔ اس پر ساری جماعت ہنسنے لگی اور اُنہوں نے ابو طالبؑ سے کہا سنو تم کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے لڑکے کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو''۔

(طبری جلد اول صفحہ 89)

طبری کا چوتھا بیان ''ایک مرتبہ ایک شخص نے علیؑ سے پوچھا امیر المومنین آپ اپنے چچازاد بھائی کے اپنے چچا کی موجودگی میں کیونکر وارث ہوئے؟ اُنہوں نے کہا سنو تین مرتبہ اس سے تمام حاضرین گوش برآواز ہوئے کہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول صلعم نے تمام بنوعبدالمطلب کو پلاؤ اور چھاچھ کی دعوت دی آپ نے اُن کے لیے صرف ایک مُد کھانا پکوایا تھا تمام لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی وہ کھانا جوں کا توں بچ گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اَے بنوعبدلمطلبؑ اللہ نے مجھے خاص طور پر تمہاری طرف اور عام طور پر تمام انسانوں کے لیے مبعوث کیا ہے۔ اس معاملے کے متعلق جو کچھ ہے وہ تمہارا مشاہدہ ہے۔ کون اس کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی۔ دوست اور میرا وارث بنے؟ کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ میں حضرؐت کے پاس گیا حالانکہ میں سب سے کم عمر تھا۔ مجھ سے آپؐ نے کہا بیٹھو۔ اس بات کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ مگر ہر بار میں کھڑا ہو کر آپؐ کی طرف بڑھتا تھا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا۔ اس طرح میں اپنے چچازاد بھائی کا وارث ہوا اور میرے چچا وارث نہ ہوئے''۔ (ترجمہ طبری جلد اول صفحہ 89-90)

16۔ طبری کی وہ باتیں جن میں اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی خلافت، وزارت، وصایت کو پیش کیا کسی نے قبول نہ کیا

آنحضرت صلی اللہ وآلہ وسلم نے اُن تمام لوگوں کو کئی مرتبہ مدعو کیا کھانا کھلایا دودھ پلایا اور اُنہیں بتایا کہ اللہ نے انہیں حکمران بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا جو چاہتا ہو کہ وہ میرے بعد میری حکومت میں میرا خلیفہ بنے اور میری حکومت کو سنبھالے اور میری زندگی میں میرا وزیر بنے اور بھائی بنے اور میرا بوجھ بٹائے میری مدد کرے وہ آگے بڑھ آئے۔ مگر کوئی اس کے لئے نہ آگے بڑھا، نہ آمادہ ہوا، حضرت علی علیہ السلام نے وہ تمام ذمہ داریاں اختیار کرلیں جو حضرت موسیٰؑ نے حضرت ھارونؑ کے لیے مانگی تھیں یعنی رسوؐل اللہ بھی اللہ سے وہی کچھ چاہتے تھے جو حضرت موسیٰؑ چاہتے تھے مگر یہاں اللہ چاہتا تھا کہ پہلے رسوؐل اللہ ایک دعوت عام دے کر بعد والے دعوے داروں پر حجت تمام کردیں اور پھر جو کچھ چاہتے ہیں علیؑ کو بنا لیں۔ رسوؐل اللہ نے یہ شرط پوری کردی اور لوگ مذاق اُڑاتے ہوئے چلے گئے۔ مگر چند ہی ماہ میں قریش کو یقین ہوگیا کہ واقعی اللہ آنحضرتؐ کو ایک زبردست حکومت دینے والا ہے۔ اب انہیں اپنی غلطی محسوس ہوئی مگر اب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کو وہ تمام عہدے دے چکے تھے جو اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر حضرت ہارون علیہ السلام کو عطا کیے تھے (73/25) اس لیے قریش نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سازش کا روّیہ اختیار کیا اللہ نے خون خرابے اور فساد سے بچانے کے لیے رسوؐل اللہ اور علیؑ کو صبر کا منصوبہ چلانے کا حکم دے دیا اور قریش کو خلافت بنانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا قریش کی خلافت کیسے بنی کیسے چلی۔ اس کی تفصیل کے لیے ہمیں علامہ شبلی کے بیانات سے مدد لینا ہوگی وہ اپنی کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ:۔

17۔ علیؑ سے خلافت واپس لینے کے لئے قریشی سازش کی کامیابی اور طرزِ عمل کے متعلق دوسرے خلیفہ نے سربستہ راز فاش کر دیا۔

"اُس وقت چھ اشخاص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علیؑ، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، لیکن حضرت عمرؓ اُن میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے اور اس کا انہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ تاریخ طبری وغیرہ میں اُن کے ریمارک بہ تفصیل مذکور ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؑ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے ان کی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے غرض وفات کے وقت جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا ان چھ شخصوں میں جس کی نسبت کثرت رائے ہو خلیفہ منتخب کر لیا جائے"۔ (الفاروق صفحہ 102 اور صفحہ 103)

اس کے بعد یہیں صفحہ 102 کے لیے جو حاشیہ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

"حضرت عمر نے اور بزرگوں کی نسبت جو خوردہ گیریاں کیں ھم نے اُن کو ادب سے نہیں لکھا لیکن اُن میں جائے کلام نہیں ہے البتہ حضرت علی کے متعلق جو نکتہ چینی حضرت عمرؓ کی زبانی عام تاریخوں میں منقول ہے یعنی یہ کہ، اُن کے مزاج میں ظرافت ہے یہ ایک خیال ہی خیال معلوم ہوتا ہے حضرت علی ظریف تھے مگر اُسی قدر جتنا ایک لطیف مزاج بزرگ ہو سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح اُن کے آگے سر نہیں جُھکا سکتے تھے۔ علامہ طبری نے اس معاملے کے متعلق حضرت کے خیالات مکالمہ کی صورت میں نقل کیے ہیں اُن کو اس موقع پر اس لیے درج کرتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر کے خیالات کا سربستہ راز معلوم ہو گا۔ مکالمہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ہوا تھا جو علی کے ہم قبیلہ اور طرف دار تھے۔

حضرت عمر: کیوں عبداللہ بن عباس علی ہمارے ساتھ کیوں شریک نہ ہوئے۔

عبداللہ بن عباس۔ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمرؓ۔ تمہارے باپ رسول اللہ (صلعم) کے چچا اور تم رسول اللہ کے چچیرے بھائی ہو پھر تمہاری قوم تمھاری طرف کیوں نہ ہوئی؟

عبداللہ ابن عباس۔ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر۔ لیکن میں جانتا ہوں تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہ کرتی تھی۔

عبداللہ بن عباس۔ کیوں

حضرت عمرؓ۔ وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابوبکر نے تم کو خلافت سے محروم کر دیا لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہوسکتی اگر وہ تم کو خلافت دیتا بھی تو ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ بھی مفید نہ ہوتا۔

دوسرا مکالمہ اس سے زیادہ مفصل ہے کچھ باتیں تو وہی ہیں جو پہلے مکالمے میں گزریں اور کچھ نئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حضرت عمرؓ: کیوں عبداللہ ابن عباس تمہاری نسبت میں بعض بعض باتیں سنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اُن کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

عبداللہ بن عباس۔ وہ کیا باتیں ہیں

حضرت عمرؓ۔ میں سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسداً اور ظلماً چھین لی۔

عبداللہ بن عباسؓ۔ ظلماً کی نسبت تو میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں لیکن حسداً تو اس کا تعجب کیا ہے ابلیس نے آدمؑ پر حسد کیا اور ہم لوگ آدمؑ ہی کی اولاد ہیں پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے۔

حضرت عمرؓ۔ افسوس بنی ہاشم کے دل سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے۔

عبداللہ بن عباس۔ ایسی بات نہ کہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہاشمی تھے۔

حضرت عمر۔ اس تذکرے کو جانے دو۔

عبداللہ بن عباسؓ۔ بہت مناسب''۔

(دیکھو تاریخ طبری صفحہ 2768 تا 2771) (الفاروق حصہ اول صفحہ 103-104)

18۔ قریش نے پوری قوم کو متفق کیا کہ گو رسولؐ اللہ نے علیؑ کو وصی و وزیر اور بھائی اور خلیفہ بنا دیا ہے مگر ہم اُنہیں حاکم نہ بنائیں گے، عذر یہ ہوگا کہ ایک خاندان میں دونوں غلط ہیں۔

ہم ذرا دیر بعد تاریخ طبری سے اصلی مکالمات نقل کرینگے مگر جو باتیں یہاں تک مان لی گئیں اُن کو واضح کر دیں۔ پہلی بات یہ کہ اللہ و رسولؐ کی طرف سے تمام قریش اور دعویداران خلافت وحکومت پر اتمام حجت کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی وزارت وخلافت وحکومت اور اُن کی اطاعت لازم کردی گئی تھی۔ دوم یہ کہ جب قریش کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے حکومت وخلافت حاصل کرنے کا انتظام کیا اور ظلماً خلافت حاصل کر لی۔ سوم یہ کہ قریش اور رسولؐ اگر ایک ہی خاندان، قبیلے اور قوم سے ہوتے تو یہ نہ کہا جاتا کہ نبوت اور خلافت ایک ہی خاندان میں رہنا غلط ہے۔ لہٰذا قریش کی یہ سازش بھی کھل گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی تھے اور قریش میں حضورؐ کے رشتہ دار چچا اور بھائی

وغیرہ تھے ۔ لہٰذا نہ عبداللہ چچا زاد بھائی تھے نہ عباس اُنکے چچا تھے نہ ابولہب سے کوئی رشتہ داری تھی اور درحقیقت نہ ہی قریش کوئی قبیلہ تھا یہ ایک سازش تھی رسولؐ کو غائب کرنے کی۔

19۔ طبری سے حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس کے مکالمے اور قریش کے خلافت ہتھیانے پر اللہ کی ناراضگی والی آیت۔

اب ہم تاریخ طبری والے مکالمات لکھتے ہیں بات یوں شروع ہوتی ہے۔

''پھر آپ نے فرمایا۔ استغفراللہ! اے ابنِ عباس علیؑ ہمارے ساتھ کیوں روانہ نہیں ہوئے ؟'' میں نے کہا کہ ''مجھے معلوم نہیں'' پھر آپ نے فرمایا۔ اَے ابنِ عباس تمہارے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور تم اُن کے چچازاد بھائی ہو پھر تمہاری قوم کو تمہارا انتخاب خلافت کرنے سے کس چیز نے روکا ؟ میں نے کہا ''مجھے نہیں معلوم'' انہوں نے کہا۔ مگر مجھے معلوم ہے وہ ناپسند کرتے تھے۔ میں نے کہا کیوں۔ ہم تو اُن کے لئے بہترین انسان تھے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں تمہارے اندر جمع ہو جائیں۔ شاید تم یہ کہو کہ حضرت ابوبکر نے اس بات سے رجوع کیا۔ ہرگز نہیں حضرت ابوبکر نے تو سب سے زیادہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا اگر وہ اسے خلافت کو تمہارے لیے مقرر کرتے تو قریب ہونے کے باوجود اُس سے تمہیں فائدہ نہ پہنچتا۔ آپ نے فرمایا اَے ابنِ عباس کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہاری قوم کو کس چیز نے روکا ؟ میں نے اس کا جواب دینا پسند نہیں کیا اس لیے میں نے کہا۔ اگر میں نہیں جانتا ہوں تو امیرالمومنین مجھے اس سے باخبر کر دیں۔ آپ نے فرمایا وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اندر نبوت اور خلافت دونوں جمع ہو جائیں مبادا کہ

تم اپنی قوم سے بدسلوکی کرو۔اس لیے قریش نے اسے خلافت کو اپنے لیے پسند کیا کہ اُن کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔میں نے کہا کہ اَے امیر المومنین اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔آپ نے فرمایا اَے ابنِ عباس تمھیں بولنے کی اجازت ہے۔میں نے کہا۔''آپ نے فرمایا ہے کہ قریش نے اپنے لیے خلافت کو انتخاب کیا اور اس معاملے میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے۔اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ اگر قریش اپنے لیے یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برتر نے اُنہیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ صحیح معاملہ نا قابلِ رد، اور نا قابلِ حسد ہوتا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔''یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُنہوں نے اس وحی کو جو اللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اس لیے اللہ نے اُن کے اعمال اکارت کر دیئے۔''

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَتَعۡسًا لَّهُمۡ وَاَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَرِهُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ ۝ (47/8-9)

اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔''ھائے افسوس خدا کی قسم اَے ابن عباس مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھی جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے تمہاری قدر و منزلت میرے دل سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا میں نے کہا کہ اَے امیر المومنین وہ کیا باتیں ہیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لیے مناسب نہیں ہے کہ آپ میرا مرتبہ گھٹائیں اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان اُسے دور کر سکتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم کہتے ہو کہ اُنہوں نے اس خلافت کو ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے۔میں نے کہا

کہ آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے۔ وہ تو ہر جاہل اور عقلمند پر ظاہر ہے۔ جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے حضرت آدمؑ پر بھی کیا تھا۔ اُن ہی کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اے بنو ھاشم، تمہارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہیں جائیگا۔ میں نے کہا اَے امیر المومنین ٹھہریئے آپ ایسے لوگوں کے دلوں پر الزام نہ لگایئے جن کی آلائش کو اللہ نے دور کر دیا تھا اور اُن کے دلوں کو حسد وفریب ومکر کی آلائش سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بھی بنو ہاشم کے قلوب کا ایک حصہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ، ابنِ عباس تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میں نے کہا بہت بہتر۔ جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا، تو آپ کو شرمندگی محسوس ہوئی آپ نے فرمایا کہ اَے ابنِ عباس تم بیٹھے رہو مجھے تمہارے حقوق کا خیال ہے اور مجھے تمہاری خوشی پسند ہے میں نے کہا اے امیر المومنین میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ جو کوئی ان حقوق کی حفاظت کرے گا تو وہ خوش نصیب ہے اور جس نے حق تلفی کی تو وہ بدنصیب ہے۔"
(ترجمہ طبری جلد 3 صفحہ 279 تا 283)

یہ تھے وہ مکالمات جن کا شبلی نے الفاروق میں ذکر کیا تھا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم نے اِن مکالمات کے لیے عبداللہ ابن عباس کو کیوں چنا تھا؟ کیوں نہ یہ سب باتیں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کیں؟ جواب یہ ہے کہ اس طرح خلیفہ دوم کئی ایک غلط باتیں لوگوں میں پھیلا سکے ورنہ اُن کو یہ موقع نہ ملتا۔

ہم نے یہ طویل بیان اس لئے دیا ہے کہ قارئین کو ترتیب وار یہ دکھا سکیں کہ وہ منزلت جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی اُس سے کہیں بڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کو رسولؐ اللہ کے ساتھ تھی اور اِن بیانات میں مودودی کی حق پوشی بھی

واضح ہوگئی جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت موسیٰؑ سے مماثلت میں کہیں حقیقی مماثلت کا ذکر نہ کیا اور قرآن وحدیث تک کو قطعاً چھپا لیا اور ایسی مماثلت بیان کی جو قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن میں کہیں نہیں کہا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی شریعت مستقل نہ تھی ہمارے نزدیک ہر کتاب اور شریعت ہمیشہ اور آج بھی قابل عمل ہے اور کوئی سی شریعت مستقل نہیں ہے کسی شریعت کو مستقل ماننے سے باقی شریعتوں کو منسوخ اور نا قابل عمل ماننا ہوگا جو قرآن کی رو سے ایک باطل اور قریشی خود ساختہ عقیدہ ہے اب ہم پھر توریت وانجیل اور مودودی کے بیانات سامنے لاتے ہیں اور آنحضرؐت کا مقام بلند دکھاتے ہیں۔

مودودی کی تیسری تشریح ''8۔ یہ قرآن مجید کی ایک بڑی اہم آیت ہے جس پر مخالفین اسلام کی طرف سے بڑی لے دے بھی کی گئی ہے اور بدترین خیانت مجرمانہ سے بھی کام لیا گیا ہے کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف نام لے کر آپؐ کی آمد کی بشارت دی تھی۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 461)

20۔ حضرت عیسیٰؑ کی زبانی وہ پیشینگوئیاں جو مودودی صاحب نے لکھیں اور صحیح قرار دیں۔

چونکہ بات پیشینگوئیوں کی شروع ہوگئی ہے اس لیے ہم یہاں وہ پیشینگوئیاں بھی لکھے دیتے ہیں جنہیں مودودی نے خود بھی پسند کر کے لکھا ہے اور صحیح مان لیا ہے۔ چنانچہ علامہ حضرت عیسیٰؑ کے صحابی جناب برناباس کی انجیل کو سامنے رکھ کر فرماتے ہیں۔

''ہمارے لیے اُن ساری بشارتوں کو نقل کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ اتنی زیادہ ہیں' اور جگہ جگہ مختلف پیرایوں اور سیاق وسباق میں آئی ہیں کہ اُن سے ایک اچھا خاصا رسالہ مرتب ہوسکتا ہے۔ یہاں ہم محض بطور نمونہ اُن میں سے چند کو نقل کرتے ہیں۔

1۔ ''تمام انبیاؑ جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی اُنہوں نے ابہام کے ساتھ بات کی۔ مگر میرے بعد تمام انبیاؑ اور مقدس ہستیوں کا نُور آئے گا جو انبیاؑ کی کہی ہوئی باتوں کے اندھیرے پر روشنی ڈال دیگا۔ کیوں کہ وہ خدا کا رسولؐ ہے''۔ (باب 17)

2۔ ''فریسیوں اور لاویوں نے کہا اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس نہ کوئی اور نبی تو کیوں تُو نئی تعلیم دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو مسیح سے بھی زیادہ بنا کر پیش کرتا ہے؟ یسوع نے جواب دیا جو معجزے خدا میرے ہاتھ سے دکھاتا ہے وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو خدا چاہتا ہے ورنہ در حقیقت میں اپنے آپ کو اُس (مسیح) سے بڑا شمار کئے جانے کے قابل نہیں قرار دیتا جس کا تم ذکر کر رہے ہو۔ میں تو اس خدا کے رسولؐ کے موزے کے بند یا اُس کی جوتی کے تسمے کھولنے کے لایق بھی نہیں ہوں جس کو تم مسیح کہتے ہو۔ جو مجھ سے پہلے بنایا گیا تھا اور میرے بعد آئے گا اور صداقت کی باتیں لے کر آئے گا تا کہ اُس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہو''۔ (باب 42)

3 ۔''بالیقین میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نبیؑ جو آیا ہے وہ صرف ایک قوم کے لیے خدا کی رحمت کا نشان بن کر پیدا ہوا ہے۔ اس وجہ سے اُن انبیاؑ کی باتیں اُن لوگوں کے سوا کہیں اور نہیں پھیلیں جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ مگر خدا کا رسولؐ جب آئے گا خدا گویا اُس کو اپنے ہاتھ کی مہر دیدے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو جو اس کی تعلیم پائیں گے، نجات اور رحمت پہنچا دے گا وہ بے خدا لوگوں پر اقتدار لیکر آئے گا اور بت پرستی کا ایسا قلع قمع کرے گا کہ شیطان پریشان ہو جائے گا'' اس کے آگے شاگردوں کے ساتھ ایک طویل مکالمے میں حضرت عیسیٰؑ تصریح کرتے ہیں کہ وہ بنی اسماعیلؑ میں سے ہوگا'' (باب 43)

4۔ ''اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسولؐ وہ رونق ہے جس سے خدا کی پیدا کی ہوئی

قریب قریب تمام چیزوں کوخوشی نصیب ہوگی۔ کیونکہ وہ فہم اورنصیحت وحکمت اور طاقت، خشیت اور محبت، حزم اور ورع کی روح سے آراستہ ہے۔ وہ فیاضی اور رحمت، عدل اور تقویٰ شرافت اور صبر کی روح سے مزّین ہے جو اُس نے خدا سے اُن تمام چیزوں کی بہ نسبت تین گنی پائی ہے۔ جنہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے یہ روح بخشی ہے۔

کیسا مبارک وقت ہوگا جب وہ دنیا میں آئے گا۔ یقین جانو میں نے اُسے دیکھا ہے۔ اور اُس کی تعظیم کی ہے۔ جس طرح ہر نبیؑ نے اُسے دیکھا۔ اُس کی روح کو دیکھنے ہی سے خدا نے اُنکو نبوت دی تھی اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میری روح سکنیت سے بھر گئی۔ یہ کہتے ہوے کہ اے محمدؐ خدا تمہارے ساتھ ہوا ور وہ مجھے تمہاری جوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنا دے کیوں کہ یہ مرتبہ بھی پالُوں تو میں ایک بڑا نبیؑ اور خدا کی ایک مقدس ہستی ہو جاؤں گا''۔ (باب 44)

5۔ ''میرے جانے سے تمہارا دل پریشان نہ ہو۔ نہ تم خوف کرو۔ کیونکہ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا ہے۔ بلکہ خدا ہمارا خالق ہے۔ جس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ رہا میں، تو اس وقت میں دنیا میں اُس رسولؐ کے لیے راستہ تیار کرنے آیا ہوں جو دنیا کے لیے نجات لے کر آئے گا۔۔۔۔ اندریاس نے کہا اُستاد ہمیں اُس کی نشانی بتا دے تا کہ ہم اُسے پہچان لیں۔ یسوع نے جواب دیا وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئے گا۔ بلکہ تمہارے کچھ سال بعد آئے گا۔ جبکہ میری انجیل ایسی مسخ ہو چکی ہوگی کہ مشکل سے کوئی تیس 30 آدمی مومن باقی رہ جائیں گے۔ اس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنے رسولؐ کو بھیجے گا جس کے سر پر سفید بادل کا سایہ ہوگا۔ جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جانا جائے گا۔ اور اُس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت دنیا کو حاصل ہوگی۔ وہ بے خدا لوگوں کے خلاف بڑی

طاقت کے ساتھ آئے گا اور زمیں پر بت پرستی کو مٹا دے گا۔ اور مجھے اُس کی بڑی خوشی ہے۔ کیونکہ اُس کے ذریعہ سے ہمارا خدا پہچانا جائے گا۔ اور اُس کی تقدیس ہو گی اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہو گی۔ اور وہ اُن لوگوں سے انتقام لے گا جو مجھے انسان سے بڑھ کر کچھ اور قرار دیں ۔۔۔۔ وہ ایک ایسی صداقت کے ساتھ آئے گا جو تمام انبیاؑ کی لائی ہوئی صداقت سے زیادہ واضح ہو گی'' (باب 72)

6۔ ''خدا کا عہد یروشلم میں، معبد سلیمانؑ کے اندر کیا گیا تھا نہ کہیں اور۔ مگر میری بات کا یقین کرو کہ ایک وقت آئے گا جب خدا اپنی رحمت ایک اور شہر میں نازل فرمائے گا۔ پھر ہر جگہ اس کی صحیح عبادت ہو سکے گی۔ اور اللہ اپنی رحمت سے ہر جگہ سچی نماز قبول کرے گا۔ میں دراصل اسرائیل کے گھرانے کی طرف نجات کا نبیؑ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مگر میرے بعد مسیح آئے گا خدا کا بھیجا ہوا۔ تمام دنیا کی طرف۔ جس کے لیے خدا نے یہ ساری دنیا بنائی ہے۔ اُس وقت ساری دنیا میں اللہ کی عبادت ہو گی اور اس کی رحمت نازل ہو گی''۔ (باب 83)

7۔ ''یسوع نے سردار کاہن سے کہا زندہ خدا کی قسم جس کے حضور میری جان حاضر ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کی آمد کا تمام دنیا کی قومیں انتظار کر رہی ہیں۔ جس کا وعدہ خدا نے ہمارے باپ ابراھیمؑ سے کو یہ کہہ کر کیا تھا کہ۔ ''تیری نسل کے وسیلے سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی'' (پیدائش 22:18) مگر جب خدا مجھے دنیا سے لے جائے گا۔ تو شیطان پھر یہ بغاوت برپا کرے گا کہ ناپرہیز گار لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا مانیں۔ اُس کی وجہ سے میری باتوں اور تعلیمات کو مسخ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ بمشکل تیس (30) صاحب ایمان باقی رہ جائیں گے۔ اُس وقت خداوند دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنا رسوؐل بھیجے گا۔ جس کے لیے اُس نے دنیا کی یہ ساری چیزیں بنائی ہیں جو قوت کے ساتھ جنوب سے آئے گا اور بتوں

کو بت پرستوں کے ساتھ برباد کردے گا۔ جو شیطان سے وہ اقتدار چھین لے گا جو اُس نے انسانوں پر حاصل کرلیا ہے۔ وہ خدا کی رحمت اُن لوگوں کی نجات کے لیے اپنے ساتھ لائے گا جو اُس پر ایمان لائیں گے اور مبارک ہے وہ جو اُس کی باتوں کو مانے'' (باب 96)

8۔ سردار کاھن نے پوچھا کہ وہ مسیح کس نام سے پکارا جائے گا اور کیا نشانیاں اس کی آمد کو ظاہر کریں گیں؟ یسوع نے جواب دیا اُس مسیح کا نام ''قابلِ تعریف'' ہے کیونکہ خدا نے جب اُس کی روح کو پیدا کیا تھا اُس وقت اُس کا یہ نام خود رکھا تھا۔ اور وہاں اُسے ایک ملکوتی شان میں رکھا گیا تھا۔ خدا نے کہا کہ اے محمدؐ انتظار کر کیونکہ تیری ہی خاطر میں جنت، دُنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا۔ اور اُس کو تجھے تحفہ کے طور پر دوں گا۔ یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا اُسے برکت دی جائے گی۔ اور جو تجھ پر لعنت کرے گا اس پر لعنت کی جائے گی۔ جب میں تجھے دنیا کی طرف بھیجوں گا تو میں تجھ کو اپنے پیغامبر نجات کی حیثیت سے بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہو گی یہاں تک کہ زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر تیرا دین نہیں ٹلے گا سو اس کا مبارک نام محمدؐ ہے'' (باب 97)

9۔'' سردار کاھن نے پوچھا کیا خدا کے اُس رسولؐ کے بعد دوسرے نبیؑ بھی آئینگے یسوع نے جواب دیا اسکے بعد خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبیؑ نہیں آئیں گے مگر بہت سے جھوٹے نبی آ جائیں گے۔ جن کا مجھے بڑا غم ہے کیونکہ شیطان خدا کے عادلانہ فیصلے کی وجہ سے اُنکو اُٹھائے گا اور وہ میری انجیل کے پردے میں اپنے آپ کو چھپائیں گے'' (باب 97)

10 ۔ برناباس لکھتا ہے کہ ایک موقع پر شاگردوں کے سامنے حضرت عیسیٰؑ نے بتایا کہ میرے شاگردوں میں ایک (جو بعد میں یہوداا سکر یوتی نکلا) مجھے 30 سکوں کے عوض دشمنوں کے ہاتھ بیچ دیگا۔ پھر فرمایا: ''اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ جو مجھے بیچے گا وہی

میرے نام سے مارا جائے گا۔ کیونکہ خدا مجھے زمین سے اوپر اٹھالے گا اور اس غدار کی صورت ایسی بدل دیگا کہ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ وہ میں ہی ہوں۔ تاہم جب وہ ایک بری موت مرے گا تو ایک مدت تک میری ہی تذلیل ہوتی رہے گی۔ مگر جب محمدؐ خدا کا مقدس رسولؐ آئے گا تو میری وہ بدنامی دور کردی جائے گی اور خدا یہ اس لیے کرے گا کہ میں نے اُس مسیح کی صداقت کا اقرار کیا ہے۔ وہ مجھے اس کا یہ انعام دے گا۔ کہ لوگ یہ مان لیں گے کہ میں زندہ ہوں اور اس ذلت کی موت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے'' (باب 113)

11۔'' شاگردوں سے حضرت عیسیٰؑ نے کہا بے شک میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر موسیٰؑ کی کتاب سے صداقت مسخ نہ کردی گئی ہوتی تو خدا ہمارے باپ داؤدؑ کو ایک دوسری کتاب نہ دیتا۔ اور اگر داؤدؑ کی کتاب میں تحریف نہ کی گئی ہوتی تو خدا مجھے انجیل نہ دیتا۔ کیونکہ خداوند ہمارا خدا بدلنے والا نہیں ہے اور اُس نے سب انسانوں کو ایک ہی پیغام دیا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کا رسولؐ آئے گا تو وہ اس لیے آئے گا کہ اُن ساری چیزوں کو صاف کردے جن سے بے خدا لوگوں نے میری کتاب کو آلودہ کیا ہے''۔(باب 124)

یہاں علامہ مودودی کی نقل کردہ بشارتیں مکمل ہوگئیں اور اب ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ مودودی صاحب نے جو گیارہ عدد بشارتیں حضرت عیسیٰؑ کی طرف اپنی تفہیم القرآن میں نقل کی ہیں کیا وہ اُن بشارتوں پر ایمان بھی لے آئے ہیں؟ اگر وہ گنتی کی ان ہی چند بشارتوں پر ایمان لے آئیں تو اُنہیں بھی یہ حقائق تسلیم کرنا پڑیں گے کہ۔(1) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاؑ اور ملائکہ اور مقدس ھستیوں کا نورؐ تھے۔ اور اُنہیں ملکوتی شان کے ساتھ رکھا گیا تھا۔2۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی دفعہ دیکھنے والوں کو ہی نبوت ملی تھی۔ 3۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاؑ سے پہلے بنائے گئے اور تمام انبیاؑ نے انہیں اپنے

اپنے دورِ نبوت میں دیکھا تھا۔4۔حضرت عیسیٰؑ نے آنحضرتؐ کو دیکھا اور اُن کی تعظیم کی تھی لہٰذا ہر نبیؑ نے اپنے اپنے دور میں دیکھا اور تعظیم کی ہوگی۔5۔اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کو ہمہ گیری کی مہر سونپ دے گا۔6۔حضورؐ کا دین لامحدود ہے تمام زمانوں پر حاوی ہے۔7۔تمام صفات اور اخلاقِ فاضلہ سے اللہ نے مرصع اور مزین کر کے وجود بخشا تھا۔8۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتی کے تسمے باندھنے والا نبیؑ بہت بڑا نبیؑ اور اللہ کی مقدس ہستیؑ ہوتا ہے۔حضرت عیسیٰؑ کی تمنا اور دعا۔9۔ہر وقت آنحضرتؐ کے سر پر ایک سفید بادل سایہ کرتا تھا یہ بادل بحیرہ راہب کو اور خاص مومنین کو نظر آتے تھے۔10۔جس کے لیے یہ پوری کائنات بنائی اور جسے یہ دنیا اور جنت بطورِ تحفہ دی گئی ہے۔اور بڑی زبردست قدرتوں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔

مودودی صاحب نے یہ دس عدد ایسے فضائل تسلیم کر لیے ہیں جن سے وہ تمام فضائل مان لیے ہیں جن کو ہم نے یہاں تک بیان کیا ہے۔ایسے رسولؐ کو کسی ایک پوزیشن میں محدود کر دینا کتنا بڑا ظلم اور حق تلفی ہے۔لہٰذا یہ ماننا پڑے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نُوری وجود میں پیدا ہونے کے بعد پوری کائنات کی تخلیق میں حاضر رکھے گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے زمانہ تک ہر ہر نبیؑ علیہ السلام کی ہدایت کرتے ہوئے تشریف لائے۔بچپن کا زمانہ بھی اُن کا عمر رسیدہ زمانہ تھا۔اُدھر حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت ہونے کے بعد تمام اصلاب طاہرہ ارحامِ پاکیزہ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ہر زمانہ میں ہر حیثیت سے ایک معجزہ تھے۔والدؑین اور بزرگوں کی آغوش میں بھی رہتے رہے۔اُنکے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے رہے۔تمام امانتیں اور انبیاؑ کے تبرکات بھی وصول کیے سب پر ایمان لائے اور آخر حضرت علی علیہ السلام کو نبوت اور امامت پیش کر دی۔

سب سے پہلے ملکوتی شان سے پیدا کیا سب سے آخر تک سب کے ساتھ موجود رہے۔ ہر نبیؑ نے اپنے زمانہ میں زیارت کی، ہدایات لیں، استفادہ کیا، ایمان لائے، نصرت کیلئے تیار رہے۔ اللہ نے فرمایا تھا ''ایمان لاوگے اور نصرت کروگے'' (3/81) اور میرے ساتھ ساتھ گواہ رہوگے (3/81) نہ نصرت کی کوئی صورت متعین فرمائی تھی نہ کوئی حد مقرر کی تھی۔ لہٰذا ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر صورت کی نُصرت کرنا تھی۔ اسی لیے اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا تھا کہ:۔ أَفَـأَنـتَ تُسـمِـعُ الصُّمَّ أَوۡ تَهۡدِیُ الۡعُمۡیَ وَمَن كَانَ فِیۡ ضَلَالٍ مُّبِیۡنٍ ○ فَإِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنتَقِمُوۡنَ ○ أَوۡ نُـرِیَـنَّـكَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَإِنَّا عَلَیۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ○ فَـاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡ أُوۡحِیَ إِلَیۡكَ إِنَّكَ عَـلٰـی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○ وَإِنَّـهٗ لَـذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ وَسَوۡفَ تُسۡئَلُوۡنَ ○ وَاسۡـئَلۡ مَنۡ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَآ أَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً یُّعۡبَدُوۡنَ ○ (43/40-45)

مودودی کا ترجمہ ''کیا اے نبیؐ، تم بہروں کو سناؤ گے؟ یا اندھوں کو اور صریح گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہِ راست دکھاؤ گے؟ اب تو ہمیں ان کو سزا دینی ہے خواہ تمہیں دنیا سے اٹھالیں، یا تم کو آنکھوں سے اُن کا وہ انجام دکھا دیں جس کا ہم نے اُن سے وعدہ کیا ہے، ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ بہر حال تم اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ جو وحی کے ذریعہ تمہارے پاس بھیجی گئی ہے، یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ تم سے پہلے ہم نے جتنے رسولؐ بھیجے تھے اُن سب سے پوچھ دیکھو کیا، ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کچھ دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ اُن کی

بندگی کی جائے؟"(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 539-540)

موودودی کی تشریحات بھی سن لیں " 36۔ مطلب یہ ہے جو سننے کے لئے تیار ہوں اور جنہوں نے حقائق کی طرف سے آنکھیں بند نہ کر لی ہوں اُن کی طرف توجہ کرو، اور اندھوں کو دکھانے اور بہروں کو سنانے کی کوشش میں اپنی جان نہ کھپاؤ، نہ اس غم میں اپنے آپ کو گھلاتے رہو کہ تمہارے یہ بھائی بند کیوں راہِ راست پر نہیں آتے اور کیوں اپنے آپ کو خدا کے عذاب کا مستحق بنا رہے ہیں۔"(صفحہ 539)

دوسری تشریح" 37۔ اس ارشاد کا مطلب اُس ماحول کو نگاہ میں رکھنے سے بھی اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے جس میں یہ بات فرمائی گئی ہے۔ کفار مکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی اُن کے لیے مصیبت بنی ہوئی ہے یہ کانٹا درمیان سے نکل جائے تو پھر سب اچھا ہو جائے گا۔ اسی گمان فاسد کی بنا پر وہ شب و روز بیٹھ بیٹھ کر مشورے کرتے تھے کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح ختم کر دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اُن کی طرف سے رُخ پھیر کر اپنے نبیؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہارے رہنے یا نہ رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم زندہ رہو گے تو تمہاری آنکھوں کے سامنے اُن کی شامت آئے گی۔ اٹھا لیے جاؤ گے تو تمہارے پیچھے اُن کی خبر لی جائے گی شامتِ اعمال اب ان کی دامن گیر ہو چکی ہے جس سے یہ بچ نہیں سکتے۔

تیسری تشریح۔" 38۔ یعنی تم اس فکر میں نہ پڑو کہ ظلم اور بے ایمانی کے ساتھ حق کی مخالفت کرنے والے اپنے لیے کیا اور کب سزا پاتے ہیں، نہ اس بات کی فکر کرو کہ اسلام کو تمہاری زندگی میں فروغ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ تمہارے لیے بس یہ اطمینان کافی ہے کہ تم حق پر ہو لہٰذا نتائج کی فکر کئے بغیر اپنا فرض انجام دیتے چلے جاؤ اور یہ اللہ پر چھوڑ دو کہ وہ باطل کا سر

تمہارے سامنے نیچا کرتا ہے یا تمہارے پیچھے''۔(صفحہ 540)

چوتھی تشریح ''39۔ یعنی اس سے بڑھ کر کسی شخص کی کوئی خوش قسمتی نہیں ہو سکتی کہ تمام انسانوں میں سے اُس کو اللہ اپنی کتاب نازل کرنے کے لئے منتخب کرے، اور کسی قوم کے حق میں بھی اُس سے بڑی خوش قسمتی کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا کی دوسری سب قوموں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اُس کے ہاں اپنا نبی پیدا کرے اور اس کی زبان میں اپنی کتاب نازل کرے اور اسے دنیا میں پیغام خداوندی کا حامل بن کر اُٹھنے کا موقع دے۔ اس شرف عظیم کا احساس اگر قریش کو اور اہل عرب کو نہیں ہے اور وہ اُس کی ناقدری کرنا چاہتے ہیں تو ایک وقت آئے گا جب اُنہیں اس کی جواب دہی کرنا پڑے گی''۔(صفحہ 540)

پانچویں تشریح۔''40۔ رسولوں سے پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی لائی ہوئی کتابوں سے معلوم کر لیا جائے جس طرح فَاِن تنازعتم فی شی ء فردوہ اِلَی اللّٰہ و رسوُلِہٖ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی معاملے میں اگر تمہارے درمیان نزاع ہو تو اُسے اللہ اور رسول کے پاس لے جاؤ، بلکہ یہ ہے کہ اُس میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف رجوع کرو، اسی طرح رسولوں سے پوچھنے کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ جو رسول دنیا سے تشریف لے جا چکے اُن سب کے پاس جا کر دریافت کرو، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ خدا کے رسولؑ دنیا میں جو تعلیمات چھوڑ گئے ہیں اُن سب میں تلاش کر کے دیکھ لو''۔

(تفہیم القرآن جلد 4، صفحہ 539-540)

21۔ کیا مودودی اور قریش قرآن کے پیش کردہ رسولؐ کو بجنسہٖ مانتے ہیں؟ رسولؐ تو رسولؐ ہے وہ قرآن کے الفاظ کو بھی بجنسہٖ نہیں مانتے۔

ہم نے مودودی کا ترجمہ اور طولانی پانچ عدد تشریحات اس لئے پیش کی ہیں کہ قارئین خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کر لیں کہ قریش نے اور قریشی علما نے کبھی کسی حالت میں نہ قرآن کے رسولؐ کو مانا اور نہ ہی قرآن کو اُس کے صحیح الفاظ میں تسلیم کیا۔ اِس لیے ہم نے چاہا کہ پبلک کو قریش کی اس چالاکی اور فریب سے ایک ہی کتابچے میں متعارف کرا دیا جائے۔ ہم نے یہاں قرآن کی چھ آیات پیش کی ہیں ان آیات کی عربی کو بار بار پڑھیں اور اتنی بار پڑھیں کہ آیات کے الفاظ آپ کی زبان پر جاری ہو جائیں۔ پھر علامہ مودودی کا ترجمہ پڑھیں اور سوچیں کہ اس ترجمہ میں کیا کمی رہ گئی تھی۔ جو یہ پانچ تشریحات کرنا ضروری ہو گیا تھا؟ آیات اور ترجمے میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہوا کہ قریش اور عرب رسولؐ کو ختم کر دینا چاہتے تھے اور روزانہ بیٹھ بیٹھ کر دن رات اُن کے خاتمے کے لئے مشورے کرتے تھے۔ پھر مودودی نے اللہ کی طرف سے یہ کس بنیاد پر اطمینان سے لکھ دیا کہ تمہارے موجود ہونے اور تمہارے سامنے قریش سے انتقام لینے اور تمہارے مر جانے اور تمہارے مرنے کے بعد انتقام لینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ فرق کیوں نہ پڑے گا؟ اپنے دشمن کو سزا پاتے دیکھنے میں اور نہ دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یا مودودی کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ تمہارا مر جانا یا زندہ رہنا کوئی فرق پیدا نہیں کرتا اس لیے کہ تم ہر حالت میں حاضر و ناظر اور شہید ہو تمہیں ہر حالت میں قریش سے انتقام لیا جانا نظر آتا رہیگا۔ ایسا لکھتے تو یہ بات آیات (43/41-42) کے حقیقی مفہوم کے مطابق ہوتی اور مودودی ایماندار ثابت

ہوجاتے اِن دونوں آیات میں ''نَذۡهَبَنَّ بِكَ'' کے معنی ''دنیا سے اُٹھانا'' غلط ہیں اِس کے معنی تو۔ ''ہم تجھے لے جائیں گے'' ہوتے ہیں اور مودودی نے خود اپنے شیطانی عقیدے کی وجہ سے۔ ''دُنیا سے اُٹھانا'' اور زندہ نہ رہنا کرلیے ہیں۔ جو کھلا فریب ہے۔ پھر مولانا نے جب یہ مان لیا کہ قریش اور عرب سے اللہ نے انتقام لینا ہے اور اُن کی شامت اعمال اُن کی دامن گیر ہوچکی ہے تو پھر اُن کی خوش قسمتی کیسی اور شرف کیسا؟ اُن پر تو عذاب نازل ہونا ہے جواب دہی تو معمولی سی بات ہوتی ہے۔ مودودی نے آیت نمبر 44 کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے ذکر کے معنی تو ذکر یا تذکرہ یا نصیحت یا یاددہانی کیا کرتے تھے اب تمہیں یہ کیا ہوگیا کہ ذکر کے معنی شرف کردیے ترجمہ تو اتنا سا تھا کہ۔ ''اس کتاب میں تیرا ذکر ہے اور تیری قوم کا ذکر ہے اور بہت جلد تم سے سوالات کیے جائیں گے (43/44) اور اللہ نے رسولؐ کی قوم کو مجرم اور دشمنِ رسولؐ (25/31) پہلے ہی فرمایا تھا جس کی وجہ سے اُن سے انتقام لیا جانے والا ہے اور عذاب سے دو چار ہونا بیان ہو چکا ہے۔ آخری آیت (43/45) کا ترجمہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے صحیح کردیا۔

(21۔الف) مودودی کا ایک نہیں ڈبل فراڈ اور ڈبل بے ایمانی اور ڈبل جھانسا

مگر تشریح میں اللہ، رسولؐ اور قرآن کی دھجیاں اُڑادیں اور بجائے ایک بدعقیدگی کے دو عدد بدعقیدگیاں سامنے رکھ دیں اور بے غیرتی سے دونوں کو صحیح قرار دے دیا۔ اگر اللہ کو یہ کہنا ہوتا کہ:۔

''رسولوں کی لائی ہوئی کتابوں سے معلوم کرلو''۔ تو نہایت چھوٹے سے جملے میں کہہ سکتا تھا۔ اتنا لمبا چوڑا جملہ کیوں بولتا کہ ''وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَا'' اللہ تو یہ

چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوںؑ سے براہِ راست سوال کریں۔ یہاں مودودی یہ نہیں مانتے کہ دنیا سے گزر جانے والے رسولوںؑ کو آنحضرتؐ کے بلانے پر اللہ انہیں صحیح وسالم حاضر کرسکتا ہے۔اور وہ آکر رسولؐ اللہ کو صحیح جواب دے سکتے ہیں۔ یہاں بھی مودودی اللہ کی قدرت کے منکر ہیں۔ مودودی نے لکھا ہے کہ:

''کسی شخص کا دل اگر قرآان کی بات پر یقین نہ کرنا چاہتا ہو تو اُسے صاف کہنا چاہیے کہ میں اس اس بات کو نہیں مانتا۔لیکن یہ بڑی اخلاقی بزدلی ہے اور علمی خیانت ہے کہ آدمی قرآن کے صاف صاف الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے من مانے معنی پڑھالے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ قرآن کے بیان کو مانتا ہے، حالانکہ دراصل قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اسے نہیں بلکہ خود اپنے زبردستی گھڑے ہوئے مفہوم کو مانتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 563)

بہر حال اللہ یہ بات کہہ بھی نہیں سکتا تھا کہ۔ ''رسولوںؑ کی لائی ہوئی کتابوں میں دیکھ لو۔'' اس لئے کہ اللہ کے یہاں سے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار (بقول برنا باس ایک لاکھ چوالیس ہزار) کتابیں بھیجی گئی تھیں (2/213،57/25) مگر دنیا میں تو آنحضرتؐ کے زمانے میں صرف چار کتابوں کا پتا چلتا تھا اور آخری تشریح میں جو دلیل (فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ 4/59) میں دی گئی ہے وہ اس لئے غلط اور باطل ہے کہ اس میں رسولؐ کو غائب مان لیا گیا ہے۔قرآن والا رسولؐ تو ہر وقت ہر لمحہ حاضر وموجود ین میں ملے گا ورنہ وہاں یہ کہہ دیا گیا ہوتا کہ تم اپنے جھگڑے کو اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ کی طرف لے جاؤ۔ مزید برآں سنت رسولؐ کا مرتب و مدون ہونا تو خود مودودی نہیں مانتے دوسوسال بعد مانتے ہیں۔ پھر ان دونوں جھگڑے والے گروھوں کا مسلّمہ ثالث کون ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ قریشی تاریخ میں کبھی

عملاً ایسا نہیں ہوا کہ قرآن اور سنت سے فیصلہ کرایا گیا ہو۔اس لئے کہ مودودی نے لکھا ہے کہ:۔''خود صحابہ تک کے درمیان اتنے اختلافات پائے جاتے ہیں کہ شاید کوئی ایک بھی احکامی آیت ایسی نہ ملے گی جس کی تفسیر بالکل متفق علیہ ہو۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 38)

(21۔ب) قریش اور قریشی علما کا رسولؐ اور قرآن خود اپنا گھڑا ہوا رسولؐ اور قرآن ہے اِسی لئے اُن کو دوبارہ ایمان لانے کو کہا۔

یہاں تک ہم نے قریش اور قریشی علما کا کفر پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ یہی سبب تھا کہ اللہ نے قریشی مومنین سے فرمایا تھا کہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًاO اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا O (4/136-137)

''اے قریشی مومنین تم اللہ پر پورا ایمان لاؤ اور اللہ کے رسولؐ پر بھی پورا ایمان لاؤ اور اُس کتاب پر بھی پورا ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور تم اُن تمام کتابوں پر بھی پورا ایمان لاؤ جو محمدؐ سے پہلے سابقہ نبیوںؑ پر نازل کی گئی تھیں اور دیکھو جو کوئی بھی اللہ سے کُفر کرے اور اللہ کے فرشتوں کا کُفر کرے اور اللہ کی نازل کردہ کتابوں کا کفر کرے اور اللہ کے رسولوںؑ کا کفر کرے اور قیامت کا کفر کرے یقیناً وہ گمراہی میں بہت دور نکل جائیگا۔ یقیناً وہ مومنین جو ایمان لانے کے بعد پھر کُفر کریں اور پھر ایمان لے آئیں اور پھر کُفر کریں اور پھر ایمان لے آئیں اور پھر کُفر کر کے کُفر میں اور زیادتی کرتے جائیں اُن

کو اللہ کبھی نہ بخشے گا اور اُن کو راہِ راست کی کبھی ہدایت نہ کرے گا۔"

یہ تھے قریش اور یہ تھا قریش کا ایمان۔ نہ وہ اللہ کی پوری قدرتوں اور عظمتوں کو مانتے تھے۔ نہ وہ رسولؐ کو عطا شدہ قدرتوں اور عظمتوں کے قائل تھے نہ وہ قرآن کی وسعتوں اور ہمہ گیری کو تسلیم کرتے تھے نہ وہ رجعت اور قیامت پر ایمان رکھتے تھے نہ وہ ملائکہ کو پوری طرح مانتے تھے نہ وہ سابقہ رسولوںؑ اور اُن کی کتابوں کو مانتے تھے۔ اُنھوں نے اپنا پسندیدہ خدا اور رسولؐ اور قرآن مان رکھا تھا۔ لہٰذا وہ مومن کہلانے والے کافر تھے۔ اُن کا جہنمی ہونا بہت پہلے سے اور بار بار طے پا چکا تھا۔ قریش قومی حیثیت سے جہنمی تھے اور اُنکے جہنمی ہونے میں شک کرنے والا بھی جہنمی ہو جائے گا اس لئے کہ رسولؐ کی دشمن قوم جہنمی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتی (25/30-31) علاوہ ازیں قریش تو پورے قرآن میں جرائم سے لدے ہوئے لوگ تھے۔

(21۔ج) قریش ہی کو بہرے اور اندھے اور مکمل گمراہ فرمایا ہے جن کو راہ راست پر لانا رسولؐ کے بس کی بات نہیں۔

قریش ہی کو ایسے بہرے فرمایا گیا ہے جن کو سُنانا رسولؐ کے قابو سے نکل چکا تھا ایسے اندھے فرمایا گیا جو رسولؐ کی واضح آیات کو نہ دیکھتے تھے اور ایسے مکمل گمراہ فرمایا جن کو آنحضرتؐ ہدایت نہیں کرسکتے تھے۔ (43/40) اور اللہ نے اُن ہی کے لئے طے کردیا تھا کہ اُن سے انتقام لینا لازم ہوگیا ہے اور اُن کو سزا دینے کا وعدہ بھی دے دیا تھا اور انتقام بہر حال رسولؐ اللہ کو دکھا کر لینا طے فرما دیا گیا تھا خواہ آنحضرتؐ کو ساتھ ساتھ چلایا جائے یا دُور دُور رکھا جائے۔ اللہ ہر دونوں طریقوں پر قادر ہونے کا بھی اعلان کرچکا تھا۔ (43/42) اس کے

بعد فرمایا کہ'' فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ 43/43)
''اے رسولؐ تم برابر اُس وحی کے حکم پر برقرار رہو جو تمہیں وصول ہو چکی ہے اس حکم پر قائم رہنا ہی صراطِ مستقیم پر قیام ہے'' یہاں کافی سے یہ تصدیق سن لیں کہ وہ کیا حکم تھا یا کیا وحی تھی جس پر یہ برقرار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال: اَوْحَیَ اللّٰه اِلٰی نَبِیِّہٖ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ قال: اِنَّكَ عَلٰی وِلَایَةِ عَلِیٍ وَ عَلِیٌّ ھُوَ صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌO
''امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ'' اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی بھیجی کہ تم وحی کے اس حکم پر برقرار رہو جو تمہیں بھیجا جا چکا ہے۔ وضاحت میں فرمایا کہ اللہ نے حکم دیا تھا کہ تم علیؑ کی حکومت کے حکم پر قائم رہو اور علیؑ تو خود ہی صراطِ مستقیم ہیں''۔

یہ نوٹ کرلیں کہ ہم اختصار کی غرض سے آیات کے ساتھ اور احادیث نہیں لکھتے ورنہ یہ مضمون ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کرلیگا اسکے بعد قرآن کا لبِ لباب یہ کہہ کر بیان ہوا ہے کہ:۔ وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَکَ وَلِقَوْمِکَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنO

''اور یہ قرآن تو صرف تیرے تذکرے سے اور تیری قوم کی سازشوں سے بھرا پڑا ہے اور بہت جلد اُن سے تمہارے متعلق باز پُرس کی جائے گی''۔

قریش کی سازشوں میں سے ایک ہی سازش اتنی بڑی ہے کہ جس سے اُنہوں نے پورے قرآن کو اپنی پالیسیوں پر فٹ کرلیا تھا اور رسولؐ اللہ نے اللہ سے اسی اپنی قوم کی شکایت کی تھی کہ:۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْآنَ مَھْجُوْرًاO(25/30)
اَے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو باندھ کر کھڑا کر دیا ہے یعنی

نقل وحرکت کی آزادی چھین لی ہے اور اللہ نے رسولؐ کی اس قوم کو مجرم اور رسولؐ کا دشمن قرار دیا تھا۔(25/31)

اب وہ آیت آتی ہے (43/45) جس میں نبیوںؑ نے عطا شدہ نصرت کی قدرت کو استعمال کر کے بتایا ہے کہ ہمیں اللہ نے اس قابل اور ایسی حالت میں رکھا ہے کہ محمدؐ کے اشارے پر جہاں وہ چاہیں حاضر ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ رسولؐ اللہ کو اللہ نے حکم دیا تھا کہ وَاسْـئَـلْ مَـنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (43/45) تم سے پہلے پہلے ہم نے جتنے اور جو جو رسولؐ بھیجے تھے اُن کو حاضر کر کے یہ سوال کرو کہ کیا اللہ نے رحمٰن کے علاوہ بھی کچھ ایسے معبود بنائے تھے جن کی عبادت کی جانی چاہئے تھی؟

یہ ہے قرآن کریم کی وہ آیت جو اللہ اور رسولؐ کی قدرتوں کو ثابت کرتی تھی۔ مگر قریش نے سوچا کہ اللہ کے لئے یہ ناممکن ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ رسولوںؑ کو دنیا سے جا چکنے کے بعد حاضر کرے اور رسولؐ اللہ کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اتنے بڑے انبوہؑ سے فرداً فرداً دریافت کریں۔ لٰہذا آیت کا مطلب یہ بیان کردو کہ رسولوںؑ کی کتابوں سے معلوم کرلو۔ یوں قریش نے قرآن کو اپنے ماتحت رکھا اور جس آیت کا جو مطلب پسند آیا بیان کرتے رہے اور وہ سکہ بند مطلب کی حیثیت سے عوام میں پھیلتا اور مشہور ہوتا چلا گیا اور یوں اللہ اور رسولؐ کے بیان کردہ مطالب رفتہ رفتہ غائب ہوتے چلے گئے اور قرآن قریشی تعبیرات وتاویلات میں گھر کر رہ گیا۔ اُدھر حدیث کے نام پر پبلک میں اور حدیث کی کتابوں میں ایسی باتیں پھیلا دی گئیں جن میں رسولؐ اللہ کو ایک معمولی درجہ کا شخص ثابت کر دیا تھا اور ہر ایسی بات کا انکار کر دیا گیا جس سے رسولؐ میں کسی غیر معمولی بصیرت کا پتہ چلتا

ہو۔ یا کسی غیر معمولی قدرت کا انکشاف ہوتا ہو۔

22۔ آنحضرتؐ کے مطالعہ اور مشاہدے کی وسعتوں سے یہ کائنات باہر نہ نکل سکی

تاریخی حیثیت سے اصحاب فیل کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادی پیدائش سے بہت پہلے کا ہے مگر اللہ نے اس مادی صورت کو سامنے نہیں رکھا بلکہ آپ سے اس طرح بات کی ہے جیسا کہ آپ اس واقعہ کو بچشمِ خود دیکھ رہے ہوں ۔اور سوال فرمایا کہ:۔

’’ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ O أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ O وَّأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ O تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ O فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ O (105/1-5)

’’کیا تم نے دیکھا نہیں تھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھیوں والوں کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اُس نے اُن کی پوری محنت اور پالیسی کو ناکارہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اور اُن کے اوپر ابابیل نام کے پرندوں کے غول بھیج دیئے تھے۔ جنھوں نے اُن پر پتھروں کی بارش کردی تھی۔ اور اُن کا وہی حال کردیا تھا کہ جیسا کہ جانور بھوسے کو چبا کر کردیا کرتے ہیں‘‘

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات میں اپنی پہلی صورت میں موجود تھے اور برابر اپنا کام کرتے چلے آرہے تھے۔ اور ودیعت شدہ صورت میں الگ سے علم خداوندی میں چلے آرہے تھے۔

یاد رکھیں کہ حضور علیہ السلام کو قریش کے عقلی اور مادی پیمانوں سے ناپنا ہی بنیادی غلطی ہے۔

23۔ انوارِ محمدیؐ کی دو صورتیں جو مذہبی ریکارڈ میں بیان ہوئی ہیں اُن تک دینی عقل کو پہنچانے کی کوشش جاری ہے۔

قرآنِ کریم اور حدیث قدسی اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہمارے

مذہبی ریکارڈ ہیں۔ ان تینوں سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اللہ یکہ وتنہا تھا۔ یہ کائنات اور کائنات کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ہر چیز صرف علمِ خداوندی میں تھی، نہ عرش تھا نہ کرسی، نہ لوح تھی نہ قلم، نہ سماوات تھے نہ افلاک، نہ زمین تھی نہ زمانہ، ایسے عالم میں اللہ نے چاہا کہ اُس کا تعارف ہو جائے تو نُورِ محمدؐی کو پیدا کر دیا اور اُس نُور کی ایسی ترتیب کی کہ اُس میں سے تعارفِ خداوندی کی راہیں نکلنے لگیں۔ کروڑوں اربوں سال بعد اُسی نور سے دیگر انوارِ محمدؐی نے وجود حاصل کیا انہیں ایک اور مخصوص نُور سے مدد دی گئی۔ تو لوح وقلم وعرش وکرسی، ملائکہ اور ارواح، سماوات وافلاک نے وجود حاصل کیا۔ زمینیں بنیں، زمانہ وجود میں آیا تخلیقِ کائنات صورت پذیر ہونے لگی۔ انوارِ محمدؐی برابر برسرِ کار رکھے گئے۔ نہ معلوم کتنے زمانوں کے بعد وہ وقت آیا کہ اللہ کی یہ تمام حیران کن صورتِ حال لفظوں میں بیان ہونے لگی یہاں سے ابلیس وآدمؑ کا قصہ سنانے کے قابل ہو گیا۔ الفاظ ومعنی سامنے آنے لگے۔ صحیح وغلط، گناہ وثواب نے صورتیں اختیار کیں انوارِ محمدؐی بدستور برسرِ کار تھے۔ ان کی موجودہ صورت کو سمجھنے اور وہم وتصور میں رکھنے کے لئے خدائی صورت کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ اُس وقت تک جو کچھ کائنات کی تخلیق میں ہوا یا ہو رہا تھا وہ سب اُسی خدائی صورت سے ظہور پذیر ہوا تھا اور وہ خدائی صورت ہر لمحہ برسرِ کار تھی اور آج تک ہے۔ اُسے تصور میں موجود رکھتے ہوئے سنئے کہ حضرت آدم علیہ السلام اُسی خدائی صورت کی ایک جھلک تھے۔ انہیں کائنات کی ہر چیز کے ناموں سے متعارف کرانا اُن ہی کا ایک کارنامہ تھا۔ ہم سے کیسے اور کیوں کر؟ پوچھنا اس لیے غلط ہوگا کہ ہم وہی محدود عقل ودانش رکھتے ہیں جو پوچھنے والوں کے پاس ہے۔ ہمارا دینی جواب نہایت آسان ہے۔ یعنی اُسی طرح جس طرح نورِ محمدؐی کو ساری کائنات کے لیے رحمتہ للعالمین بنایا اور برقرار رکھا گیا (21/107) اُسی طرح اور ویسے ہی جیسے نُورِ

محمدؐی کو تمام عالمین کے لیے ہادی اور بشیر اور نذیر للعالمین بنایا اور باقی رکھا گیا (25/1) بہر حال ہم قریب آ گئے ہیں جہاں سے سوالات کے جوابات الفاظ میں دیئے جاسکیں گے۔ اللہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ:۔ اَنۢبِـئُوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ :قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ :قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ O (2/31-33)

''مجھے ان لوگوں کے نام بتادو اگر تم واقعی اپنی بات میں سچے ہو۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ تیری ذات پاک ہے ہمارا علم تو اسی دائرے میں محدود ہوتا ہے ۔جس قدر تو ہمیں تعلیم دے دے۔ ہمیں ان لوگوں کے نام بتائے نہیں گئے لہٰذا تو ہی حقیقتِ حال کا علم وحکمت رکھتا ہے اللہ نے آدمؑ سے فرمایا کہ اے آدمؑ تم فرشتوں کو ان لوگوں کے نام بتا دو۔ چنانچہ جب آدمؑ نے فرشتوں کو ان لوگوں کے نام الگ الگ بتا دیئے تو اللہ نے بطور فخر فرمایا کہ کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں زمینوں اور آسمانوں کی ہر غائب چیز کو جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اُسے بھی جانتا ہوں اور جو کچھ چھپاتے ہو وہ بھی جانتا ہوں''۔

یہ وہ مقام آ گیا جہاں اللہ نے مذکورہ بالا خدائی صورتوں کو صورتِ محمدؐیہ، علوؑیہ، فاطمیہؑ، حسنیہؑ وحسینیہؑ وغیرہ عطا کی تھی۔ مگر ابھی تک یہ صورتیں مثالی تھیں۔ اعضا وجوارح اور اجسام سے منزہ تھیں۔ ایسی ہی جیسے آئینہ والی صورت ہوا کرتی ہے۔ پھر وہ مقام آیا جہاں ابلیس کو بتایا گیا کہ کیا تو نے خود کو عالین میں سے سمجھا تھا جن پر آدمؑ کو سجدہ واجب نہ تھا (38/75) یہ اُن مثالی صورتوں کا واحد نام تھا۔ اعلیٰ درجے کے لوگ۔ اُسی طرح اُن کا یکجائی نام محمدؐ چلا آ رہا تھا۔ انوارِ محمدؐیہ کی تفصیلی صورت یا خدائی صورت جو پوری کائنات میں

اپنی اولین ذمہ داری یعنی تعارفِ خداوندی میں مصروف ہے اسی تفصیلی یا خدائی صورت کو اللہ نے منجمد (condense) صورت میں حضرتِ آدم علیہ السلام میں ودیعت فرما دیا۔ تا کہ تمام انبیاؑ و رسلؑ میں سے گزرتی ہوئی اور سب کا بہترین سلالہ یا خلاصہ جذب کرتی ہوئی گزرتی چلی جائے اور جسم و اعضا و جوارح اور خون و گوشت سے مزین ہو کر محمدؐ و علیؑ کی حیرت ناک صورتوں میں ظہور پذیر ہو جائے اور یوں کائناتی تفصیلی صورتیں چہاردہ معصومین علیہم السلام کی جسمانی صورتوں میں جلوہ فرما ہو جائیں اور انسانوں میں رہ کر وہ پارٹ ادا کریں جو اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص تقسیم کر دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ:۔

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّةِ أَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا O (25/59) ”اللہ وہی ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ روز میں پیدا کیا تھا۔ اور اس کا عرش اُس وقت پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں عملاً آزاد دیکھے کہ تم میں سے کون اپنا پارٹ بہترین طور پر بجالاتا ہے۔ اور اگر تم یہ کہہ دو کہ تمہیں بھی مرنے کے بعد اُٹھایا جائے گا تو جو لوگ حق پوشی کر رہے ہیں وہ کہہ دیں گے کہ ایسا جادو کے سوا کسی اور طرح ہو نہیں سکتا“

چنانچہ عرش خداوندی برابر پانی پر برقرار رہیگا جب تک چودہ معصومین علیہم السلام اپنا اپنا پارٹ ادا کر کے حاضر نہ ہو جائیں اور اللہ نے وہ نظارہ بھی آنحضرتؐ کو دکھا دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاء فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ O وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَقُضِیَ بَیْنَھُم بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O (39/74-75)

''اور وہ کہیں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا اب ہم جنت میں جہاں چاہیں رہا کریں۔ چنانچہ بہترین عمل کرنے والوں کے لئے بہترین جزا ہے اور اے نبیؐ تم خود دیکھو گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کر رہے ہونگے اور لوگوں کے درمیان ٹھیک برحق فیصلہ چکا دیا جائے گا اور پکار دیا جائے گا کہ حمد و ستائش اللہ رب العالمین کے لئے ہے

24۔ اصحابِ فیل کا واقعہ تو حضورؐ کی مادی اور جسمانی پیدائش کا واقعہ ہے، حضورؐ تو قومِ عاد کو دیکھے ہوئے تھے۔

حضور علیہ السلام کو ساری کائنات کے لئے رحمت للعالمین اور نذیر للعالمین بنا دینا اور سارے عالمین پر رحمت اور نذیر کی حیثیت سے برقرار رکھنا ہی ایسی حقیقت ہے کہ جہاں انسانی عقل و دانش کے تمام وسائل سمٹ کر رہ جاتے ہیں اور تمام سوالات سمٹ کر اللہ کی قدرتوں کے سائے میں غائب ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے آنحضرتؐ سے یہ سوال بھی کیا ہے کہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ o إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ o الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ o وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ o (89/6-9) ''کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ تمہارے پروردگار نے اُن اونچے اونچے ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا؟ جن کی مانند ہم نے دنیا کے ملکوں میں کوئی اور قوم پیدا نہیں کی تھی اور ثمود کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں تراشی ہوئی تھیں۔''

ذرا سوچیئے کہ عاد و ثمود اور فرعون کے متعلق ایسے عملی سوالات دریافت کرنا ہی بے کار ہو جاتا ہے اگر آنحضرتؐ ان زمانوں میں برسرِ مشاہدہ نہ ہوتے۔ مگر قریشی علما نے ایسے تمام سوالات کو لکھنے اور ماننے کے باوجود بے کار کی دل لگی سمجھا ہے صرف اس لئے کہ کہاں

محمدؐ 571ء میں پیدا ہونے والا شخص اور کہاں قومِ عاد و ثمود ہزاروں سال کا فاصلہ؟ مطلب یہ کہ یہ قصہ تو ضرور سنا ہوا ہوگا۔

جب تک قرآن کے الفاظ باقی ہیں ہم قریش کو مجبور کریں گے کہ یا تو قرآن کے الفاظ میں آئی ہوئی حقیقت کو تسلیم کرلیں یا صاف الفاظ میں قرآن کا انکار کریں۔ سورہ آل عمران کی آیات (3/81-82) گزر چکی ہیں۔ وہاں تمام انبیاء علیہم السلام سے معاہدہ لیا گیا ہے کہ جب تمہارے پاس رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ آئے اور کتاب وحکمت میں سے جو کچھ تمھارے پاس ہو اس کی تصدیق کردے تو تم ضرور بالضرور اس رسولؐ پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کروگے۔ چنانچہ ایک لاکھ چوالیس ہزار رسولوںؑ کے پاس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آنا۔ ان کے ادوار میں موجود رہنا، ہر مسلمان کو ماننا ہی پڑے گا ورنہ سیدھی طرح یہ اعلان کرنا ہوگا کہ میں قرآن کی اس بات کو نہیں مانتا اور یہی مودودی نے بھی تنبیہہ کی ہے کہ:

"کسی شخص کا دل اگر قرآن کی بات پر یقین نہ کرنا چاہتا ہو تو اسے صاف کہنا چاہئے کہ میں اس بات کو نہیں مانتا۔ لیکن یہ بڑی اخلاقی بزدلی اور عملی خیانت ہے آدمی قرآن کے صاف صاف الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے من مانے معنی پر ڈھالے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ قرآن کے بیان کو مانتا ہے، حالانکہ دراصل قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اسے نہیں بلکہ خود اپنے زبردستی گھڑے ہوئے مفہوم کو مانتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 563)

لہٰذا خود مودودی کو بھی اپنی تنبیہہ وتاکید پر عمل کرنا پڑے گا یا یہ اعلان کرنا ہوگا کہ "قرآن (3/81) میں یہ اعلان اور معاہدہ موجود ہے مگر رسول اللہؐ کسی نبیؑ کے پاس نہیں گئے اور تصدیق نہیں کی۔"

25۔ آنحضرتؐ ساری اُمتوں کو گھٹنوں کے بل گرا پڑا دیکھیں گے اور سب کو اللہ کی لکھی ہوئی کتاب کا سامنا ہوگا

علمائے صالحین نے اس دنیا میں آنحضرتؐ کے لئے مانا ہے کہ حضورؐ جس طرح آگے دیکھتے تھے اُسی طرح پشت کی طرف بھی دیکھتے تھے اور یہ بات ان مادی آنکھوں سے نا ممکن ہے۔ بہرحال اُن سے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ:۔ **وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً کُلُّ اُمَّۃٍ تُدْعٰٓی اِلٰی کِتٰبِہَا اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O** (45/28-29)

''اور اے رسولؐ تم خود دیکھو گے ہر اُمت اپنے گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہے تمام اُمتوں کو اُن کی کتاب کے سامنے بلایا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ یہ ہماری وہ کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق باتیں بولے گی۔ یقیناً ہم اس کتاب کو تمہارے اعمال وافکار کے ساتھ ساتھ لکھتے جاتے ہیں۔''

(45/ 28-29)

(25۔الف) آنحضرتؐ ہی نے یہ کتاب تیار کرائی تھی اس کتاب کا خود بولنا عقل وفہم سے بلند ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ خود تو لکھنے اور کتاب تیار کرنے سے بہت بلند اور بالا ہے اُس کا یہ فرمانا کہ میں نے یہ کتاب خود لکھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کتاب لکھنے والا شخص یقیناً اللہ کا پسندیدہ ہونا چاہیے اور نہ صرف پسندیدہ بلکہ ساری کائنات پر حاوی ہونا چاہیے اور ہر انسان کے قلبی احساسات اور اعمال پر مطلع رہنے کی قدرت رکھتا ہو۔

اور قرآنِ کریم کی رُو سے تو ایسی ذاتِ پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں۔

آپ کو قرآن کے واضح الفاظ میں ساری نوع انسان پر چشم دیدہ گواہ بنایا (16/89،4/41)
اور رحمت ونذیر ہونے کی بنا پر وہ ساری مخلوقات پر چشم دید گواہ ہیں۔ ہر چیز کی ہر تفصیل پر
مطلع ہیں اور اُن کی کتاب قرآنِ مجید بھی کائنات کی ہر تفصیل کی معلومات فراہم کرنے کا
دعویٰ کرتی ہے (12/111)۔لہٰذا اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالمین یا
ساری کائنات پر تسلط عطا کرنے کا مکمل انتظام فرمایا تھا۔

26 ۔ آنحضرتؐ اُن تمام چیزوں پر بھی نظر رکھتے جو اللہ کو سجدہ کرتی رہتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف حیوانات اور انسانوں پر نظر رکھتے تھے
بلکہ وہ چاند اور سُورج اور ستاروں وغیرہ کو بھی دیکھتے رہتے تھے چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔
” اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ O (22/18)
” کیا آپ یہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے سامنے وہ سب سربسجود ہیں جو کہ آسمانوں
میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں خواہ سورج ہو یا چاند ہو، ستارے ہوں یا پہاڑ ہوں، خواہ
درخت ہوں یا چوپائے ہوں اور انسانوں کی کثرت بھی سجدہ کر رہی ہے اور بہت سے وہ
لوگ بھی ہیں جن پر عذاب نازل ہونا طے شدہ ہے اور جسے اللہ ہی ذلیل وخوار کر دے اُسے
پھر کون عزت دے سکتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (22/18)۔
یہ ہے مقامِ محمدیؐ جس کا انکار ناممکن ہے۔

27۔ کائنات سے خدائی سبب تھا تخلیق نور محمدیؐ کا اور تعارف خداوندی میں مدد دینے کے لیے چودہ انوارؑ کو وجود بخشا گیا تھا۔

سابقہ عنوانات میں انوارِ محمدیؐ کی دو صورتیں مذکور ہو چکی ہیں ایک کو ہم نے تفصیلی صورت یا خدائی صورت کا نام دیا تھا (عنوان نمبر 23) اور دوسری صورت کو منجمد یا condensed صورت کہا تھا۔ تفصیلی یا خدائی صورت روزِ ازل سے کائنات کا تعارف اللہ سے اور اللہ کا تعارف کائنات کی ہر ہر چیز سے کرانے پر تعینات چلی آ رہی ہے اور منجمد صورت وہ تھی جسے سمیٹ کر اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت فرمایا تھا جس نے موزوں قسم کے مادی اجسام کو اختیار کر کے اپنا اپنا رول یا پارٹ انسانی صورت میں ادا کرنا تھا۔ خدائی صورت میں بھی یہ انوارِ محمدؐ چودہ تھے اور منجمد صورت میں بھی چودہ تھے۔ منجمد صورت والے انوار ہوں یا تفصیلی صورت میں ہوں یہ تمام انوار روز ازل سے علومِ خداوندی کے حامل تھے۔ دو حالتوں میں کسی وقت اُن کو علوم وقدرت سے خالی یا عاری ماننا دینی ریکارڈ کے خلاف پڑتا ہے۔ اسی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لیے فرمایا ہے کہ:۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ O (29/49)

”بلکہ وہ قرآن تو بولنے والی آیات کی صورت میں اُن لوگوں کے سینوں میں بھی موجود ہے۔ جنہیں روز ازل سے مکمل علم دیا جا چکا ہے اور ہماری آیات کے سلسلے میں صرف وہی لوگ کٹ حجتی کرتے ہیں جو غلط کاری میں خاص درجہ رکھتے ہیں“

28۔ انوارِ محمدیؐ حسابکی گھڑی (السَّاعَة) کے قیام پر مجرموں پر تنقید کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ باقی معصومین علیھم السلام بھی السَّاعَة کے قیام کے وقت میدان حشر میں حضورؐ کی مدد کے لئے موجود ہوں گے یہ آیات ملاحظہ ہوں فرمایا گیا کہ:۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ Oوَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ Oفَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ O(30/55-57)

''وہ دن جس روز وہ گھڑی قائم ہوگی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ مرنے کے بعد ہم ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے ہیں۔ اسی طرح یہ مجرم لوگ دنیا کی زندگی میں بھی فریب میں مبتلا رہے تھے۔ مگر جن لوگوں کو روزِ ازل سے مکمل علم اور مکمل ایمان ملا ہوا تھا وہ اُن مجرموں کو بتائیں گے کہ کتاب خداوندی کی رو سے تم مرنے کے بعد سے برابر حشر ونشر کے دن تک پڑے رہے ہو اور آج یہ دن بھی حشر ونشر کا دن ہے لیکن تمہیں اس کا علم نہ ہو سکا۔ لہٰذا وہی دن ہوگا جس روز غلط کاروں کی کوئی عذر خواہی اور معذرت نفع نہ دے گی اور نہ اُن سے معافی مانگنے کو کہا جائے گا''۔

یہ آیات بتاتی ہیں کہ روزِ ازل سے علم وایمان کے حامل لوگ محشر میں اُسی طرح موجود رہیں گے جیسے کہ سابقہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری اُمتوں کو گھٹنوں کے بل گرے ہوئے اور کتابِ خداوندی کے سامنے باز پرس ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔

29۔ازلی علمٰا قارون کے زمانہ میں بھی گمراہوں کی ہدایت کرتے تھے۔

یہ بات مسلسل نوٹ کرنے کی ہے کہ اللہ قرآن میں انوارِ محمدؐی یعنی باقی معصومین علیہم السلام کو ہر جگہ اُوتُوا الْعِلْم کے لقب سے پکارتا ہے اور اُنہیں ایسے حالات میں پیش کرتا ہے جہاں عام انسان پیش نہیں کیے جاسکتے۔ یہاں دیکھئے کہ قارون کا زمانہ ہے۔اور اُس کے ٹھاٹھ دیکھ کر لوگوں کو رشک ہوتا ہے اور وہ قارُون جیسا بن جانے کی تمنا کرتے ہیں۔مگر ازلی عالم موجود ہیں وہ اُن کو نصیحت کرتے ہیں کہ ایسی تمنا غلط ہے قرآن سنئے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ Oوَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ Oفَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ O وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَوْلَا اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ O(28/79-82)

”ایک روز قارُون اپنی قوم کے سامنے پورے ٹھاٹھ سے نکلا۔ جو لوگ دنیا کے مال کو پسند کرتے تھے انھوں نے اسکے ٹھاٹھ دیکھ کر کہا کہ کاش ہمیں بھی قارُون کی طرح دولت ملی ہوتی یہ تو بڑا خوش قسمت ہے مگر جو لوگ وھاں روزِ ازل کے عالم تھے اُنھوں نے کہا کہ افسوس ہے تم پر اور تمہاری تمنا پر اہل ایمان کے لئے تو اللہ کا ثواب بہت بڑی چیز ہوتا ہے بشرطیکہ وہ ایمان کے ساتھ ساتھ نیک کردار بھی ہو اور یہ دولت صرف صبر کرنیوالوں کو ہی ملا کرتی ہے۔آخر کار ہم نے قارُون کو اور اُس کے خزانے کو زمین میں دھنسا دیا پھر کوئی اس

کے طرفداروں کا گروہ ایسا نہ تھا جو اللہ کے مقابلے میں آ کر اُس کی مدد کرتا ہے اور نہ قارون خود اپنی مدد کر سکا۔ اب وہی لوگ جو کل اُس کے مقام کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے۔ ''افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا رزق دیتا ہے۔ اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا۔ افسوس ہم کو یاد نہ رہا کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔'' (28/79-82)

یوں ازلی عالموں کی نصیحت نے اِن لوگوں کو بچا لیا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اپنی تفصیلی صورت میں بھی یہ انوارِ محمدؐ لوگوں کو اللہ کے قریب لاتے رہتے تھے اور یہی اللہ سے تعارف تھا اور سُنئے

30۔ قیامت کے روز ایک اور نظارہ جہاں ازلی عالم کافروں کو تنبیہہ کر رہے ہیں

اللہ فرماتا ہے کہ: '' ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ أَيْنَ شُرَكَآئِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ O (16/27)

''پھر قیامت کے دن اللہ اُنہیں ذلیل خوار کرے گا اور اُن سے کہے گا بتاؤ اب کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے لئے تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو روزِ ازل سے مکمل علم ملا ہوا تھا وہ اعلان کر دیں گے کہ آج رسوائی اور بدبختی صرف کافروں کے لئے ہے۔''

31۔ جسمانی زندگی میں بھی ازلی علما بہرحال علما کی حیثیت سے ہی ملتے ہیں۔

اب یہ بھی دیکھ لیں کہ ازلی عُلما کافروں اور دشمنوں کے لئے سوالات کا مرجع رہتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ عام عرب لوگ آنحضرتؐ کی عربی ٹھیک سے نہ سمجھتے تھے اور اُن حضرات علیہم السلام سے وضاحت چاہتے تھے چنانچہ فرمایا ہے کہ'' وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتّٰٓى إِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ ''(47/16)

''اُن میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں اور پھر جب تمہارے پاس سے نکلتے ہیں تو یہ لوگ اُن لوگوں سے سوال کرتے ہیں جنہیں روز ازل سے مکمل علم دیا ہوا ہے کہ ابھی ابھی رسولؐ اللہ نے کیا کہا تھا؟ یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی خواہشات کے پیرو بنے ہوئے ہیں۔'' یہ جیسے بھی لوگ تھے مگر علما کو علما مانتے تھے۔

32۔محمد ؐ مصطفیٰ اپنے نُور کی ایک صورت کی مدد طلب فرماتے ہیں سُلْطَاناً نَّصِیْرا

انوارِ محمدیؐ کو الگ الگ صورتیں اور پارٹ دینے کا سبب قرآن کریم سے ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ جسمانی صورت میں آنحضرتؐ کو مبعوث فرما کر کچھ ہدایات اور اطلاعات یُوں دیتا ہے کہ:۔إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا O وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًامَّحْمُودًا Oوَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا O وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا O(17/78-81)

''یقیناً صبح کی قرآن خوانی پر سب گواہ ہوئے ہیں اور رات کو کچھ دیر سونے کے بعد تہجد پڑھا کرو یہ تمہارے لیے فاضل عبادت مقرر کی جاتی ہے تا کہ تمہارا پروردگار تمہیں ایک قابلِ حمد مقام پر فائز کر دے اور یہ کہا کرو کہ اے میرے پروردگار تو مجھے جہاں بھی داخل کرے وہ سچائی کے ساتھ داخلہ ہو اور جہاں سے بھی مجھے نکالے سچائی کے ساتھ نکلنا ہو۔اور تُو اپنے پاس سے میرے لیے ایک نُصرت کرنے والا سلطان تعینات کر دے اور یہ بھی کہا کرو کہ حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے اور باطل نے تو مٹنا ہی تھا۔(17/78-81)

یہ چار آیات ہم نے اس لیے لکھی ہیں کہ ان کے الفاظ سے حجت قائم کی جائے اور کوئی انکار نہ کر سکے۔پہلی حجت تو یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

تہجد اس لیے لازم کیا گیا ہے کہ آپؐ کو مقامِ محمود پر قائم کرنا ہے۔ دوسری حجت یہ ہے کہ آپؐ کو ایک نصرت کرنے والا سلطان اپنے پاس سے دینا ہے اور یہ سلطان حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ اور کوئی ایسا ناصر نہیں تھا جو جان ہتھیلی پر رکھ کر ہر حال میں اور ہر وقت نُصرت کرے۔ چنانچہ خود کو آنحضرتؐ کی جگہ تلواروں کے سائے میں لِٹانے اور تمام امانتیں واپس کرنے کے بعد مدینہ میں صحیح وسالم پہنچ گئے اور ساری زندگی ہر جنگ فتح کی۔ کبھی بھی دشمن سے شکست نہیں کھائی۔ ہر میدان میں کامیاب رہے۔ یہی ہیں جن کے لئے مظلومین اللہ سے دعا کر رہے کہ:۔

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَّاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًاO(4/75)

''وہ کہتے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے ایک حاکم مقرر کر دے اور ہمارے لیے اپنی طرف سے ایک نصیر متعین کر دے۔''(4/75)

نوٹ:۔ نبیؐ کو جو دعا سکھائی گئی ہے اُس میں بھی اور مظلومین کی اس دعا میں بھی ''مِن لَّدُنك'' کی شرط ہے اور اللہ کے پاس سے کوئی کافر یا منافق یا بے دین حاکم اور سلطان اور نصیر تعینات نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا یہ وہی سلطان۔ وہی نصیر، وہی ولی، وہی وزیر، وہی خلیفہ، وہی وصی ہو سکتا ہے جس کا اللہ نے اعلان دعوتِ ذوی العشیر ہ کے دن کرایا تھا اور وہ حضرت علی علیہ السلام تھے جن کے خلاف قریش نے یہ فیصلہ کر لیا

تھا کہ خاندانِ نبوّت میں حکومت نہ رہنے دیں گے۔

(شبلی الفاروق حصہ 2 صفحہ 103 اور طبری)

33۔ ایسی ہستیاں جو ساری نوعِ انسان کو اُن کے چہروں سے پہچانتی ہوں گی انوارِ محمدیؐ؟

یہاں ہم قارئین کے سامنے قرآن سے ایسی ذواتِ مقدسہ پیش کرتے ہیں جو تمام اہلِ جنت کو اور تمام اہلِ جہنم کو اُن کے چہروں سے پہچانتے ہوں گے اور ظاہر ہے جنت اور جہنم میں ساری نوع انسان موجود ملے گی چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ" وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْن (7/46) وَنَادٰى أَصْحٰبُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَا أَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (7/48)

" اور اعراف پر ایسے لوگ ہیں جو سب کو اُن کے چہروں سے پہچانتے ہیں" (7/46)۔۔۔"اور اعراف پر جو لوگ ہیں وہ سب کو چہروں سے پہچانتے ہیں۔ انہوں نے جہنم والوں کو پکار کر کہا کہ دیکھ لیا تم نے کہ آج نہ تمہارے وہ جتھے کام آئے اور نہ وہ ساز وسامان کام آیا جسے تم بڑی چیز سمجھتے تھے (7/48) اِن آیات میں کیا کچھ بیان ہو رہا ہے یہ تو ایک سازشی ترجمہ ہوگا۔ جسے ہم ابھی ابھی واضح کریں گے مگر یہ بات تو صاف صاف نظر آرہی ہے کہ جو حضرات علیھم السلام اعراف پر موجود مان لیے گئے ہیں وہ تمام جنتیوں کو اور تمام جہنمیوں کو اُن کے چہروں سے پہچانتے ہیں اور یہ

ظاہر ہے کہ جنت اور جہنم میں کسی ایک زمانے کے لوگ نہیں ہوں گے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک کے زمانے کے لوگ ہوں گے۔ یعنی وہاں ساری نوع انسان موجود ہوگی۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ ہر زمانے کے انسانوں کو وہی پہچان سکیں گے جو ہر زمانے میں ہر انسان کے ساتھ ساتھ رہتے چلے گئے ہوں اور یہ لوگ انوارِ محمدیؐ یعنی چودہ معصومؑ ہی ہو سکتے ہیں جن کو اللہ نے خدائی صورت عطا کی تھی۔

34۔ سورہ اعراف میں اس نا قابلِ انکار حقیقت کو چھپانے کے لیے تمام مترجمین نے اپنے اپنے سائز کے فراڈ کیے ہیں۔

سب سے پہلے علامہ مودودی نے لفظ ''سِیمَاھُم'' کے معنی ''قیافہ'' کر دیئے ہیں جبکہ قرآن میں دوسرے مقامات (47/30)(48/29) پر اسی لفظ کے معنی ''چہرہ'' کیئے ہیں لیکن مان لیا ہے کہ جو لوگ اعراف پر ہیں وہ ساری نوعِ انسان کو پہچانتے ہیں یہ مان لینے کے بعد ایسی بزرگ ہستیوں کیلئے کوئی کہانی کوئی عقیدہ راس نہیں آتا۔ بہر حال یہاں قریش نے یہ اعتقاد گھسانے کی کوشش کی ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نہ جنت کے حقدار ہوں گے نہ جہنم کے حقدار ہونگے۔ وہ لوگ جنت اور جہنم کے درمیان مہلت کیلئے رکھے جائیں بہر حال شیعہ علما بھی اس عقیدے میں شامل ہوئے ہیں جو بکواس ہے۔ چہاردہ معصومین علیہم السلام جنت وجہنم کا جائزہ لینے اور دونوں فریق کو شاباش دینے اور ملامت کرنے کی خاطر مقامِ اعراف پر تشریف لے گئے ہیں اور دونوں فریق سے باتیں کی ہیں۔ مقامِ اعراف خود بولتا ہے کہ اس کے معنی تعارف

کی جگہ'' ۔معرفت کا مقام'' ہیں ۔لفظ عرف ،معرفت،معروف ،اسی لفظ کے خاندان کے الفاظ ہیں ۔ مادہ ۔ع،ر،ف، ہے۔لہٰذا اس لفظ کو مترجمین نے '' بلندیاں'' ''کھجور کے درخت تک'' بناڈالا ہے جو آپ کو اَب بکواس نظر آئیں گے اور ساری پول کھل جائے گی ۔(دیکھو ہمارا ترجمہ اور تفسیر)

35۔ محمدؐ مصطفیٰ کے مددگاروں کے اشارے پر یعنی قائمؑ قیامت کے حکم پر ساری نوع انسان حاضر ہوگی۔

شافع محشرؑ کے حضور میں ساری نوع انسان سر جھکائے ادب سے میدانِ محشر میں چلی آئے گی۔قرآنِ کریم میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِO وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ O يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ Oإِنَّا نَحْنُ نُحْيِيْ وَنُمِيْتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيْرُ O يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌO نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيْدِ O (50/39-45)

مودودی ترجمہ۔''پس اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اُن پر صبر کرو،اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے رہو،طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے،اور رات کے وقت پھر اُس کی تسبیح کرو اور سجدہ ریزیوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی ۔اور سُنو،جس دن منادی کرنے والا ہر شخص کے قریب ہی سے پکارے گا،جس دن سب لوگ آوازۂ حشر کو ٹھیک ٹھیک سُن رہے ہوں گے۔وہ زمین سے مُردوں کے

نکلنے کا دن ہوگا۔ ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں، اور ہماری طرف ہی اُس دن سب کو پلٹنا ہے جب زمین پھٹے گی اور لوگ اُس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جا رہے ہوں گے۔ یہ حشر ہمارے لیے بہت آسان ہے'' اَے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں اُنہیں ہم خوب جانتے ہیں، اور تمہارا کام ان سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔ بس تم اس قرآن کے ذریعہ سے ہر اُس شخص کو نصیحت کر دو جو میری تنبیہہ سے ڈرے''۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 125-128)

مودودی کی تشریحات ''مناد'' اور ''منادی'' کے متعلق۔

''52۔ یعنی جو شخص جہاں مرا پڑا ہوگا، یا جہاں بھی دنیا میں اُس کی موت واقع ہوئی تھی، وہیں خدا کے منادی کی آواز اُس کو پہنچے گی کہ اُٹھو اور چلو اپنے رب کی طرف اپنا حساب دینے کے لیے۔ یہ آواز کچھ اس طرح کی ہوگی کہ روئے زمین کے چپّے چپّے پر جو شخص بھی زندہ ہو کر اُٹھے گا وہ محسوس کرے گا کہ پکارنے والے نے کہیں قریب ہی سے اُس کو پکارا ہے۔ ایک ہی وقت میں پورے کرۂ ارض پر ہر جگہ یہ آواز یکساں سنائی دے گی۔ اس سے بھی کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ عالمِ آخرت میں زمان و مکان کے اعتبارات ہماری موجودہ دنیا کی بہ نسبت کس قدر بدلے ہوئے ہوں گے اور کیسی قوتیں کس طرح کے قوانین کے مطابق وہاں کارفرما ہوں گی۔'' (ایضاً صفحہ 127)

مودودی کی ایک اور تشریح لکھنا ضروری ہے جہاں خود مولانا کا سر چکرا رہا ہے مگر وہ قدرتِ خداوندی کا انکار نہیں کر سکتے اس لیے کہ انکار کی گنجایش نہیں ملتی ہے۔

مودودی کی ایک اور تشریح سنئے ''(54) یہ حشر، یعنی اگلے پچھلے انسانوں کو بیک وقت

زندہ کر کے جمع کر لینا ہمارے لیے بالکل ہی آسان ہے۔ ہمارے لیے یہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ کس شخص کی خاک کہاں پڑی ہے۔ ہمیں یہ جاننے میں بھی کوئی دقت نہیں پیش آئے گی کہ اِن بکھرے ہوئے ذرات میں سے زید کے ذرات کون سے ہیں اور بکر کے ذرات کون سے۔ اُن سب کو الگ الگ سمیٹ کر ایک ایک آدمی کا جسم پھر سے بنا دینا اور اُس جسم میں اُسی شخصیت کو از سرِ نو پیدا کر دینا جو پہلے اس میں رہ چکی تھی، ہمارے لیے کوئی بڑا محنت طلب کام نہیں ہے، بلکہ ہمارے ایک اشارے سے یہ سب کچھ آناً فاناً ہو سکتا ہے۔ وہ تمام انسان جو آدمؑ کے وقت سے قیامت تک دنیا میں پیدا ہوئے ہیں ہمارے ایک حکم پر بڑی آسانی سے جمع ہو سکتے ہیں۔ تمہارا چھوٹا سا دماغ اُسے بعید سمجھتا ہو تو سمجھا کرے، خالقِ کائنات کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے" (ایضاً صفحہ 127-128)

(35۔الف) محمدؐ اور انوارِ محمدیؐ کے متعلق مودودی نے اللہ کی قدرت کے لیے یہ فراخدلی کیوں استعمال نہ کی؟

یہاں پہلی بات تو یہی کہنا ہے کہ جہاں جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ سامنے آتا ہے۔ وہاں مودودی اور تمام قریشی علما بلا تکلف اللہ کی قدرتوں کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اور جہاں تنہا اللہ کی قدرتوں کا ذکر ہوتا ہے وہاں بے تکلف اللہ کی ہر قدرت کو مان لیا جاتا ہے۔ یہاں ایک موٹی سی مثال دے کر آگے بڑھیں گے۔

1۔" تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا "

نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پہ نازل کیا تا کہ سارے جہاں

والوں کے لئے نذیر ہو۔''

یہ مودودی کا ترجمہ ہے (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 431) اب مودودی کی تشریح ملاحظہ ہو:

''پھر یہ جو فرمایا کہ سارے جہاں والوں کے لیے نذیر ہو، تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کسی ایک ملک کے لیے نہیں، پوری دنیا کے لیے ہے، اور اپنے ہی زمانہ کے لیے نہیں، آنے والے تمام زمانوں کے لیے ہے۔ یہ مضمون متعدد مقامات پر قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ'' وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ''اور ہم نے تم کو تمام دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 432)

2۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (3/33) ''اللہ نے آدم اور نوح اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کے لیے) منتخب کیا تھا۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 246)

یہ دو مثالیں کافی ہیں یہ دکھانے کے لیے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں محمدؐ کے لئے لفظ ''عالمین'' آیا مودودی نے ہر جگہ اس کا ترجمہ ''یہ دنیا'' کیا ہے اور جہاں جہاں یہی لفظ ''عالمین''۔ اللہ کے لیے آیا ہے اُسی لفظ کا ترجمہ ''ساری کائنات'' کیا ہے۔ لٰہذا یہ امید ہی غلط ہے کہ مودودی یا کوئی اور قریشی مولوی محمدؐ و آل محمدؐ کے فضائل کو خوشی سے قبول کرے گا۔ بہرحال سورۃ ''ق '' کی آیات (45-50/41) میں مودودی کو ماننا پڑا ہے کہ:۔

بروز حشر ایک شخص منادی کرے گا۔اُس کی آواز پوری زمین کے چپے چپے پر پہنچے گی اور ہر شخص یہ سمجھے گا کہ یہ کہیں بالکل قریب سے آواز آرہی ہے۔اور اُس کی آواز سے تمام مر چکنے والے لوگ اُٹھ اٹھ کر بھاگتے ہوئے چلے آئیں گے۔اللہ نے اپنے اس انتظام کو آسان فرمایا ہے۔اور مودودی نے مانا ہے کہ آخرت میں قوانین کا استعمال اس طریقے سے نہ ہوگا جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا تھا۔مودودی کا اس قدر مان لینا ہی غنیمت ہے۔قارئین کو یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ بروزِ حشر منادی کرنے والی ذات پاک اللہ کے مخصوص ترین بندوں میں سے ہوگی اور اللہ اُن کی ذات میں وہ تمام قدرتیں ودیعت کر دیگا جس سے لاکھوں کروڑوں سال کے مردے زندہ ہو کر حساب کے لئے حاضر ہو جائیں گے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ جناب قائم قیامت علیہ السلام کا نظام اتنا حیرت انگیز ہوگا کہ خود ملائکہ اس پر حیران رہ جائیں گے۔

36۔ قائم قیامت کی تفصیل کا دوسرا مقام سورۃ قمر سے۔

وقت کم رہ گیا ہے لہٰذا بلا تمہید آیات ملاحظہ ہوں۔

”فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ يَدۡعُ الدَّاعِ إِلٰى شَىۡءٍ نُّكُرٍ O خُشَّعًا أَبۡصَارُهُمۡ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡأَجۡدَاثِ كَأَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ Oمُّهۡطِعِيۡنَ إِلَى الدَّاعِ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌO(54/6-8)

ترجمہ مودودی۔”پس اَے نبیؐ، اِن سے رخ پھیرلو۔جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا،لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔پکارنے والے کی طرف دوڑے جا

رہے ہوں گے اور وہی منکرین (جو دنیا میں اس کا انکار کرتے تھے) اُس وقت کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا کٹھن ہے۔" (54/6-8) (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 232)

مودودی کی تشریح۔" (5) بالفاظِ دیگر انہیں اِن کے حال پر چھوڑ دو۔ جب اِنہیں زیادہ سے زیادہ معقول طریقہ سے سمجھایا جاچکا ہے، اور انسانی تاریخ سے مثالیں دے کر بھی بتا دیا گیا ہے کہ انکارِ آخرت کے نتائج کیا ہیں اور رسولوںؑ کی بات نہ ماننے کا کیا عبرتناک انجام دوسری قومیں دیکھ چکی ہیں، پھر بھی یہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے تو انہیں اسی حماقت میں پڑا رہنے دو۔ اب یہ اُسی وقت مانیں گے جب مرنے کے بعد قبروں سے نکل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ وہ قیامت واقعی برپا ہوگئی ہے جس سے قبل از وقت خبر دار کر کے راہ راست اختیار کر لینے کا مشورہ انہیں دیا جا رہا تھا۔" (صفحہ 232)

" 8 قبروں سے مراد وہی قبریں نہیں جن میں کسی شخص کو زمین کھود کر باقاعدہ دفن کیا گیا ہو۔ بلکہ جس جگہ بھی کوئی شخص مرا تھا، یا جہاں بھی اس کی خاک پڑی ہوئی تھی، وہیں سے وہ محشر کی طرف پکارنے والے کی ایک آواز پر اٹھ کھڑا ہوگا۔" (صفحہ 233)

قارئین نوٹ فرمائیں کہ اللہ نے نورِ محمدیؐ وَاَجزائے نورِ محمدیؐ کی تربیت اس انداز سے کی تھی کہ کائنات کی کسی چیز سے اللہ کا مکمل تعارف کرانے میں انہیں تنگیٔ داماں کا احساس تک نہ ہوسکے۔ اِسی لئے اُن کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہے۔ اُن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اُن کی قدرتیں اللہ کی قدرتیں ہیں۔ اُن کا بولنا اللہ کا بولنا ہے۔

اُن کی مشیت اللہ کی مشیت ہے وہ علومِ خداوندی کا ذخیرہ ہیں۔اُن کے لیے فرمایا گیا ہے کہ غیب کی باتیں بتانے میں کنجوس وبخیل نہیں ہیں۔''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (تکویر 81/24)۔اُن سب کے لیے فرمایا گیا ہے کہ(وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (81/29)

'' تم کچھ چاہتے ہی نہیں ہو جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے'' یہ تمام حضراؑت اپنے اپنے کردار میں بھی حیرت ناک تھے اور اجتماعی طور پر بھی ناقابلِ فہم تھے۔

37۔انوارِ محمدؐی ایک دوسرے کے لیے خبیر کا درجہ رکھتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات کا حال سناتے ہوئے فرمایا ہے کہ؛الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيرًا (25/59)

''وہی ہستی جس نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے مابین ہے چھ روز میں پیدا کر دیا اور پھر عرش پر متوجہ ہوا تھا وہی رحمٰن ہے۔چنانچہ اَے محمدؐ اس سلسلے کی ہر بات باخبر ہستیؑ سے دریافت کر لیا کروؑ''

یہ باخبر ہستیؑ انوارِ محمدؐیہ ہی میں سے کوئی ہونا چاہئے۔اشارہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف ہے۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمدٍؐ وآلِ مُحَمّدؐ۔ والسلام

احسنؔ